37

ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

27 ستمبر تا 3 اکتوبر 2007ء / 14 تا 20 رمضان 1428ھ

www.tanzeem.org

## روزہ میں گناہوں سے بچیں

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کے لئے رات بھر جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ نہیں۔ (الترغیب والترہیب)

الحمد للہ، ہمارے اکثر مسلمان اور ایماندار بھائی رمضان المبارک میں روزہ، نماز، زکوٰۃ خیرات اور ذکر و تلاوت کا خوب اہتمام فرماتے ہیں مگر افسوس کہ وہ گناہوں اور معصیتوں میں حسب سابق منہمک رہتے ہیں۔ تاجر حسب معمول جھوٹ، دھوکہ، ملاوٹ، کم تولنے، کم ناپنے، جھوٹی قسمیں کھانے میں مبتلا رہتے ہیں۔ ملازمین ڈیوٹی کے اوقات پورے نہ دینے، کام پورا نہ کرنے اور بلاوجہ مالک کو پریشان کرنے میں لگے رہتے ہیں اور عام لوگ جو دوسری نوعیت کے گناہوں کے عادی ہیں جیسے فلم دیکھنے، گانے سننے وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں۔ غرضیکہ یہ لوگ اپنی عبادت میں تو کچھ اضافہ کر دیتے ہیں لیکن معاصی کے چھوڑنے میں کچھ بھی کمی نہیں کرتے جو بہت ہی غفلت اور سخت کوتاہی کی بات ہے۔ ایسے لوگوں کی شب بیداری اور دن بھر بھوکا پیاسا رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ رمضان المبارک کی تمام رحمتوں اور برکتوں کا حاصل صرف اور صرف یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی جو نافرمانیاں کر چکا ہے اُن سے توبہ کر لے اور آئندہ معاصی سے مکمل پرہیز کرے، اور تمام فرائض و واجبات اور جملہ حقوق العباد کما حقہ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور ان امور کو پورے ماہ پابندی سے کرے تاکہ عادت ہو جائے اور پھر نیکیوں کے اس موسم بہار کے بعد بھی یہ عادت قائم رہے اور سال کے باقی مہینوں میں بھی دین پر ثابت قدمی برقرار رہے۔

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی

تنظیم اسلامی

## اس شمارے میں

صوم وقیام رمضان کا داخلی ثمر: دُعا

ماہ رمضان المبارک اور مہنگائی کی لہر

روزہ اور اعتکاف

آزادی کے ساٹھ سال: کیا کھویا؟ کیا پایا؟

باڑیں اور دیواریں

ایک عیسائی دانشور کا اعلانِ حق

ترکی میں اسلامی احیاء کی لہر

عدلیہ اپنا کام کرے

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

الھدیٰ (295)

# سورۃ الانعام
(آیات: 40 تا 45)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ
اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَاۗءَ
هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ
حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

"کہو (کافرو) بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا قیامت آ موجود ہو، تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو (تو بتاؤ)۔ (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اُسی کو پکارتے ہو۔ تو جس دُکھ کے لئے اسے پکارتے ہو، وہ اگر چاہتا ہے تو اُس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اُس وقت) انہیں بھول جاتے ہو۔ اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف پیغمبر بھیجے۔ پھر (اُن کی نافرمانیوں کے سبب) ہم اُنہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے، تاکہ عاجزی کریں۔ تو جب اُن پر ہمارا عذاب آتا رہا کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے۔ مگر اُن کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے۔ اور جو وہ کام کرتے تھے شیطان اُن کو (اُن کی نظروں میں) آراستہ کر دکھاتا تھا۔ پھر جب اُنہوں نے اس نصیحت کو جو اُن کو کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے جو اُن کو دی گئی تھیں خوب خوش ہو گئے تو ہم نے اُن کو ناگہاں پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔ غرض ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور سب تعریف خدائے رب العالمین ہی کو (سزاوار) ہے۔"

مشرکین مکہ کا خود یہ حال تھا کہ جب کبھی بڑی تکلیف آتی، سمندر میں گھر جاتے یا طوفان میں پھنس جاتے تو نہ لات ومنات کو پکارتے، نہ عزیٰ اور ہبل کو، اس وقت اکیلے اللہ کو پکارتے تھے۔ اُن کے اس طرزِ عمل کے پیشِ نظر کہا جا رہا ہے کہ اگر تم پر کسی وقت اللہ کا عذاب آ جائے یا قیامت برپا ہو جائے تو کیا سوائے اللہ کے کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو جواب دو۔ وہ جواب کیا دیں گے۔ انہیں تو اپنے حال کا پتہ ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مشکل میں اللہ واحد ہی کو پکارتے ہیں۔ ہاں ایسی مشکل میں تم اسی کو پکارتے ہو۔ پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اُس تکلیف کو دور کر دیتا ہے، جس کے لئے تم پکارتے ہو۔ اس کیفیت اضطراب میں تم اُن کو بھول جاتے ہو جن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

انبیاء ورسل کے بارے میں یہاں ایک بہت اہم قانون بیان ہو رہا ہے کہ جب آپ سے پہلے رسول بھیجے جاتے تھے تو لوگوں کی نافرمانی کی وجہ سے اُن پر چھوٹے چھوٹے عذاب آتے تھے، تاکہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور ہوش میں آئیں، لیکن اگر وہ انکار کر دیتے تھے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی رسی ڈھیلی کر دی جاتی تھی کہ اب اس مہلت میں کھا پی لو، عیش کر لو، نافرمانیوں میں آگے تک جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ پھر اچانک ان پر عذاب آ جاتا تھا (یہ مضمون آگے تفصیل کے ساتھ سورۃ الاعراف میں آئے گا۔)

اور ہم نے آپ سے پہلی امتوں میں نبی اور رسول بھیجے، پھر ہم نے پکڑا اُن کو سختیوں اور تکلیفوں میں، شاید کہ وہ عاجزی کریں اور گڑگڑائیں۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ہماری طرف سے کوئی سختی ان پر آئی تو وہ گڑگڑاتے اور عاجزی کرتے۔ مگر ان کے دل تو سخت ہو چکے تھے اور شیطان نے اُن کے لئے اُن کے بُرے اعمال مزین کر دیئے تھے یعنی وہ اپنی بداعمالی کو پسند کرنے لگے۔ کوئی سوچنے کے لئے تیار نہ ہوا اور نہ ہی کسی نے اپنے رویے پر نظرِ ثانی کے لئے آمادگی دکھائی۔ پھر جب انہوں نے ہماری تذکیر اور نصیحت کو بھلا کر نظر انداز کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے اور اور انہیں اپنی بداعمالیوں میں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کر دیئے کہ اس دنیا میں جو بھی تمہارا نصیب ہے اس دنیا میں اس سے فائدہ اٹھا لو۔ یہاں تک کہ جب وہ اس (خوشحالی) پر خوش ہو گئے اور جو کچھ اُن کو مل رہا تھا اس پر اترانے لگے، تو پھر اچانک ہم نے اُن کو پکڑ لیا، اُس وقت وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ اور پھر جڑ کاٹ دی گئی اس قوم کی جس نے ظلم، شرک اور کفر کی روش اختیار کی تھی اور کل شکر اور کل تعریف تو اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

فرمان نبویؐ

# روزہ اور قرآن کی شفاعت

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ اَيْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ)) (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا' آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ اے میرے رب! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما)۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)۔"

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# 12 ستمبر 2001 مستقبل کا پہلا دن؟

جب نائن الیون وقوع پذیر ہوا تو ڈاکٹر ملیحہ لودھی امریکہ میں پاکستان کی سفیر تھیں۔ اُنہوں نے ایک نجی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے اگلے روز یعنی 12 ستمبر کو اُس وقت کے امریکی نائب وزیر خارجہ آرمیٹج سے اپنی اور آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل محمود کی ملاقات کی تفاصیل بتائیں۔ اُن کی گفتگو بحیثیت مجموعی تاریخی لحاظ سے بہت اہم تھی، لیکن ہم یہاں اِس امریکی اعلیٰ عہدہ دار کا صرف ایک جملہ قارئین کی نظر کر رہے ہیں۔ آرمیٹج نے اِن دونوں کو مخاطب کر کے کہا: ''تاریخ اب شروع ہوگی اور آج مستقبل کا پہلا دن ہے۔'' اِس ایک جملہ میں قیامت مضمر ہے، وہ قیامت جو بعد ازاں نائن الیون کو جواز بنا کر مسلمانوں پر ڈھائی جانے لگی۔ اِس جملہ سے پہلی بات تو یہ عیاں ہوتی ہے کہ نائن الیون کا حادثہ امریکی انتظامیہ کی اعلیٰ ترین سطح کی منظوری اور رضامندی سے وقوع پذیر ہوا۔ مسلمانوں کے خلاف جنگ کا آغاز کرنے کے لئے، جس کا منصوبہ بہت پہلے بن چکا تھا، دہشت گردی کی اس واردات کو اِس لئے بنیاد بنایا گیا تا کہ امریکی عوام مسلمان ''دہشت گردوں'' کی قوت سے ڈر جائیں اور سہم جائیں اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے لئے حکومت کی پشت پر موجود رہیں۔ بش انتظامیہ اِس حوالہ سے زبردست کامیاب ہوئی، چنانچہ وہ بش جسے پہلی ٹرم جیتنے کے لئے دھاندلی اور سپریم کورٹ کا سہارا لینا پڑا تھا دوسری ٹرم میں بڑے مارجن سے جیتا۔

حقیقت یہ ہے کہ نائن الیون مسلمانوں کے خلاف جنگ کا پہلا دکھائی دیئے جانے والا قدم تھا۔ وگرنہ پسِ پردہ بہت سے اقدام کلنٹن دور سے شروع ہو چکے تھے۔ افغانستان جسے میدانِ جنگ بنایا جانا تھا، اُس کے ہمسائے ملک پاکستان میں دو سال پہلے ایک فوجی آمر کو مسلط کر دیا گیا تا کہ دورانِ جنگ سول حکومت اور فوج کا اختلاف امریکہ سے تعاون میں رکاوٹ نہ بنے۔ آرمیٹج کا یہ کہنا کہ ''تاریخ اب شروع ہوگی اور آج مستقبل کا پہلا دن ہے'' کا واضح مطلب یہ ہے کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد دوسری نظریاتی قوت یعنی مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ایسی تاریخ رقم کی جائے گی کہ دنیا تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کہ ہم عالمی حکمران ہونے کی حیثیت سے تا ابد ناقابلِ شکست اور ناقابلِ تسخیر ہیں۔ یورپ امریکہ سے تمام تر اختلافات کے باوجود مسلمانوں کے خلافِ میدانِ جنگ میں امریکہ سے کندھے سے کندھا ملا کر موجود ہے۔ برطانیہ اِس جنگ میں امریکی فوج کے ہراوّل دستے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ٹونی بلیئر وزارتِ عظمیٰ سے فارغ ہو کر سیدھے افغانستان پہنچے ہیں اور اُنہوں نے کہا ہے کہ مستقبل کی جنگ اِس خطہ میں لڑی جائے گی۔ امریکہ ہو یا یورپ، بش ہوں یا ٹونی بلیئر سب اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، اُن سے یہی توقع ہے۔ حیف ہے مسلمان حکمرانوں پر جو اپنے ہم مذہب بھائیوں کے خلاف جنگ اور اُن کے قتل و غارت اور تباہی و بربادی میں دشمنوں کے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

اب آیئے غور کریں، اِس پس منظر میں کیا امریکہ یہ برداشت کرے گا کہ پاکستان کا سیاسی بحران یوں حل ہو کہ صاف شفاف اور غیر جانبدارانہ انتخابات کے نتیجہ میں عوامی امنگوں کی ترجمان کوئی نمائندہ حکومت تشکیل پائے۔ بالفاظ دیگر کوئی امریکہ دشمن یا کم از کم امریکہ مخالف حکومت پاکستان میں قائم ہو اور امریکہ اپنے منصوبے خاک میں ملنے دے۔ یہی وجہ ہے صدر مشرف ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور چند سیاسی یتیموں کا سہارا لے کر 16 کروڑ عوام پر جبراً مسلط ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران دشمن کے ساجھی ہیں اور ہمارے عوام خطرے کا صحیح ادراک نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کا اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں، لیکن مسلمانوں نے اللہ سے وہ تعلق (باقی صفحہ 18 پر)

''تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 37
27 ستمبر تا 3 اکتوبر 2007ء
14 تا 20 رمضان المبارک 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔54000
فون: 6316638 - 6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

# قید خانہ میں معتمد کی فریاد

(معتمد اشبیلیہ کا بادشاہ اور عربی شاعر تھا۔ ہسپانیہ کے ایک حکمران نے اس کو شکست دے کر قید میں ڈال دیا تھا۔ معتمد کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو کر "وزڈم آف دی ایسٹ سیریز" میں شائع ہو چکی ہیں۔)

اک فغانِ بے شرر سینے میں باقی رہ گئی
سوز بھی رخصت ہوا، جاتی رہی تاثیر بھی

مردِ حُر زنداں میں ہے بے نیزہ و شمشیر آج
میں پشیماں ہوں پشیماں ہے مری تدبیر بھی!

خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی!

جو مری تیغِ دو دم تھی، اب مری زنجیر ہے
شوخ و بے پروا ہے کتنا، خالقِ تقدیر بھی!

اِس نظم کا مطلب سمجھنے کے لئے معتمد کے سوانح سے واقفیت ضروری ہے۔

یادرہے کہ جس طرح محمد شاہ کی وفات کے بعد سلطنتِ مغلیہ خودمختار صوبوں میں تقسیم ہو گئی تھی، اسی طرح ہشام کی معزولی کے بعد بنوامیہ کو زوال آیا تو سلطنت اندلس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہوگئی۔ چنانچہ بنوعباس نے اشبیلیہ میں اپنی خودمختار حکومت قائم کر لی۔ المعتمد باللہ 1071ء میں تخت نشین ہُوا۔ یہ بادشاہ بہت بہادر تھا، لیکن اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ مسلمان حکمران آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے، اور عیسائی حکمرانوں سے طالبِ امداد ہوتے تھے۔ چنانچہ معتمد نے بھی ایک عیسائی سردار الفانسو سے دوستی کی، اور اُسے خراج دینا بھی منظور کرلیا، تاکہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے معتمد کی فوجی امداد کرسکے۔ مسلمان حکمرانوں کے اسی طرزِ عمل نے اُن کو تباہ کردیا۔

1085ء میں معتمد نے الفانسو کے سفیر کو، جو خراج لینے آیا تھا، اس بات پر قتل کرادیا کہ وہ خراج کی رقم سونے کی شکل میں وصول کرنا چاہتا تھا، اس پر الفانسو نے اشبیلیہ پر حملہ کیا تھا تو معتمد نے یوسف بن تاشفین والیٔ مراکش سے امداد طلب کی۔ چنانچہ یوسف اُس کی مدد کے لیے آیا اور الفانسو کو شکست دے کر واپس چلا گیا، لیکن چونکہ وہ معتمد کی کمزوری سے آگاہ ہو چکا تھا، اس لیے دوسرے سال اُس نے اشبیلیہ پر چڑھائی کردی، اور معتمد کو قید کر کے افریقہ لے گیا اور اُس کی ریاست اپنی مملکت میں شامل کرلی۔

یوسف بن تاشفین نے معتمد کو قید خانے میں زندگی کی جُملہ ضروریات مہیا کر دی تھیں۔ یہ بدنصیب بادشاہ، چونکہ شاعر بھی تھا، اس لیے اشعار کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرلیا کرتا تھا، لیکن 1098ء میں اُس کے بیٹے عبدالجبار نے جو اُس کے ساتھ تھا، قید خانے سے راہِ فرار اختیار کی اور مالقہ کے باغیوں کی، جو یوسف کو معزول کرنا چاہتے تھے، قیادت قبول کرلی۔ جب یوسف کو اِس بات کا علم ہُوا تو اس نے حالتِ غضب میں بیٹے کے جرم کا انتقام باپ سے لیا۔ اس طرح کہ معتمد کو سر سے پاؤں تک فولادی زنجیروں میں جکڑ دیا۔

دل شکستہ بادشاہ سے یہ تکلیف برداشت نہ ہوسکی اور رنج وغم کی حالت میں چند شعر اُس کی زبان سے نکلے، جن کا اُردو ترجمہ اقبال نے انگریزی سے کیا ہے۔ وہ نظم کے تعارف میں لکھتے ہیں: ''معتمد کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہوکر ''وزڈم آف دی ایسٹ سیریز'' میں شائع ہوچکی ہیں۔'' اشعار کی مختصر تشریح یہ ہے:

1۔ میں قید خانے کی چار دیواری میں محبوس ہوں۔ اس وقت مایوسی اور دل شکستگی کی صورتِ حال یہ ہے کہ میرا سینہ ہر قسم کے جذبۂ مردانگی اور جوش وخروش سے خالی ہو چکا ہے۔ بس لے دے کے ایک فریاد باقی رہ گئی ہے، جس میں کوئی چنگاری دکھائی نہیں دیتی، اور حد تو یہ ہے کہ فریاد میں بھی سوز باقی نہیں رہا اور وہ تاثیر سے بھی محروم ہوگئی ہے۔

2۔ دوسرے شعر میں معتمد کہتے ہیں کہ کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ مجھ سا حُریت پسند انسان قید خانے کی چار دیواری میں بند ہے۔ اپنے حریف کے خلاف میں نے جو منصوبہ بندی کی تھی، آج اُس کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہے کہ میں اِس غلط منصوبہ بندی کے باعث شرم سے پانی پانی ہُوا جا رہا ہوں۔

3۔ مجھے میرے دشمن نے جس زنجیر سے جکڑا ہُوا ہے، اب تو میرا دل بھی اُسی زنجیر کی جانب کھنچا جا رہا ہے، حالانکہ میں تو ہمیشہ سے صاحبِ شمشیر رہا ہوں۔ زنجیر سے اس کشش کا کہیں یہ مطلب تو نہیں کہ دونوں ایک ہی فولاد سے تیار کی گئی ہوں۔

4۔ یہی کشش اس امر کی مظہر ہے کہ میرے ہاتھ میں کبھی دو دھاری تلوار ہوتی تھی، اب وہ میرے ہاتھ اور پاؤں کی زنجیر میں ڈھل گئی ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ میں جو کبھی صاحبِ تخت وتاج تھا اور جاں نثاروں کے ایک لشکر کا سالار بھی تھا، آج قید خانے کی زنجیروں میں جکڑا پڑا ہوں۔ شاید یہ تقدیر کا کھیل ہی ہے۔ تاہم اس سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ خالقِ تقدیر کس قدر بے نیاز واقع ہُوا ہے۔

# صیام و قیامِ رمضان کا داخلی ثمر:

# دُعا

## سورۃ البقرہ کی آیت 186 کی روشنی میں

**مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص**

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

سورۃ البقرہ کے 23ویں رکوع میں ماہ رمضان المبارک کی فضیلت اور روزہ کی فرضیت اور حکمت بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت میں فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o﴾ (البقرہ:183)

"مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"

اِس آیت میں روزے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ روزے کا حاصل تقویٰ ہے۔ دراصل انسان کا وجود دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک اس کا حیوانی وجود ہے اور ایک ہے روحانی وجود۔ حیوانی وجود زمین سے آیا ہے اور زمین ہی سے اس کی غذا یعنی تقویت کا سامان آتا ہے۔ روحانی وجود آسمان سے آیا ہے اور اس کی غذا (یعنی کلام ربانی) بھی وہیں سے آئی ہے۔ یعنی یہ روح ربانی ہے اور اس کی غذا کلام ربانی ہے۔ روزے کی عبادت خاص روح کے اعتبار سے ہے۔ اسی لیے حدیث میں ہے کہ بندۂ مومن کو اُس کے تمام اعمال کا دس گنا یا سات سو گنا اجر ملے گا سوائے روزے کے۔ روزہ خاص میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کی جزا دوں گا یا خود میں ہی اس کی جزا ہوں۔ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ روح کا تعلق چونکہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس لیے روزہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔

اگلی آیت میں روزے کے ابتدائی احکام آئے ہیں۔ مکے میں روزے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ مدینہ آ کر حضور ﷺ نے پہلے صرف نویں اور دسویں محرم کے روزے کا اور پھر ہر مہینے میں تین روزوں کا حکم دیا۔ سولہ سترہ مہینوں کے بعد رمضان کے روزے کا حکم آیا۔ رمضان کے روزے کے حکم میں وجوب علی التخییر تھا۔ ایک تو رعایت یہ تھی کہ اگر آدمی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر لے۔ تین روزوں میں سے ایک رہ گیا تو بعد میں ایک اور رکھ لو اور اگر نہ رکھو، تو ایک فقیر کو کھانا کھلا دو۔ جب صومِ رمضان کا حکم آیا اور پورے مہینے کے روزے فرض کیے گئے تو اس میں وجوب علی التعیین ہو گیا کہ اب یہ روزہ ہی رکھنا ہو گا، جس کا فدیہ نہیں ہے۔ ماہ رمضان کے روزے کے فدیے کو حضور ﷺ نے اُن لوگوں کے لئے باقی رکھا ہے جو بہت بوڑھے ہو جائیں یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ روزہ نہ رکھ سکیں، لہٰذا یہ لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

اب سوال یہ ہے کہ روزے کے لیے ماہ رمضان کا انتخاب کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ روزہ اصل میں قرآن مجید کے ساتھ اپنے تعلق کی تجدید کا پروگرام ہے۔ اِسی لیے رمضان المبارک میں دن کے روزے کے ساتھ قیام اللیل مع القرآن کا متوازی پروگرام دیا گیا ہے۔ قیام اللیل کا ذکر قرآن میں نہیں ہے بلکہ احادیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے۔ (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا۔ اے میرے ربّ! آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما)۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لئے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)۔" (رواہ البیہقی)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

"جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے اور جو رمضان (کی راتوں) میں کھڑا رہا (قرآن سُننے اور سُنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں۔" (متفق علیہ)

قیام اللیل سے کیا مراد ہے؟ اس کا اطلاق کم سے کم کتنے وقت پر ہوگا، اس کا فیصلہ خود قرآن نے کر دیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝﴾ (المزمل)

"اے کمبل میں لپٹ کر لیٹنے والے! کھڑے رہا کرو رات کو سوائے تھوڑے سے حصے کے"۔ آگے اس کی وضاحت فرما دی: ﴿نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ﴾ "آدھی رات یا اس میں سے کچھ کم کر لو (نصف میں سے کچھ کم ہوگا تو ایک تہائی رات رہ جائے گی) یا نصف پر کچھ زیادہ کر دو (یہ دو تہائی رات ہو جائے گی)"۔ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝﴾ "اور قرآن کو پڑھو ٹھہر ٹھہر کر"۔ یہ جو کھڑے رہنا ہے یہ اس لیے ہے کہ قرآن مجید کو آہستہ آہستہ، سمجھتے ہوئے غور کرتے ہوئے اور اپنے قلب و ذہن کو اس سے منور کرتے ہوئے پڑھنا ہے۔ میں نے جو یہ تعبیر کی ہے کہ اگر نصف سے کم ہو تو ایک تہائی رات اور اگر نصف سے زیادہ ہو تو دو تہائی رات بنتی ہے، تو یہ اسی سورۂ مبارکہ کے اخیر میں ہے کہ: ﴿اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ﴾ (آیت ۲۰) "(اے نبی!) آپ کا ربّ خوب واقف ہے کہ آپ بھی اور آپ کے کچھ ساتھی بھی کھڑے رہتے ہیں آپ کے ساتھ کبھی دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات"۔ چنانچہ قیام اللیل کا اطلاق کم سے کم ایک تہائی شب پر ہوگا، اس سے کم پر نہیں۔

اب دیکھئے اس بات کی تشریح و توضیح کہ رات کا کم سے کم کتنا حصہ قیام اللیل میں گزارنا ہے، اس کی حکمت یہی ہے کہ اُمت پر سختی نہ ہو۔ اُمت میں سب لوگوں کے لیے ایسا ممکن نہیں ہوگا کہ رات بھر یا رات کا دو تہائی حصہ قیام اللیل میں گزاریں۔ نبی اکرم ﷺ نے قیام اللیل کی تشویق فرمائی، ترغیب دلائی اور قرآن میں جو حکم وضاحت سے نہیں آیا تھا اس کو واضح کر دیا، لیکن اسے اُمت پر فرض آپؐ نے بھی نہیں کیا۔ لہٰذا آپ نے رمضان مبارک میں تراویح کی باجماعت نماز کا اہتمام نہیں کیا سوائے تین راتوں کے اور وہ بھی پچھلی

شب' تہجد کے وقت۔ بس ترغیب وتشویق تھی کہ کھڑے رہا کرو' قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو کم سے کم تہائی شب تو کھڑے رہو۔ تب اس کا کم سے کم حق ادا ہوگا' اور اللہ توفیق دے تو نصف شب' اور اس سے بھی آگے بڑھ کر توفیق ہو تو دو تہائی شب۔ چنانچہ ترغیب وتشویق ہے' حکم نہیں ہے۔

جہاں تک تراویح کی نماز باجماعت کا تعلق ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زمانے میں بھی نہیں تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ لوگ مسجد نبویؐ میں ٹولیوں کی صورت میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک حافظ کے ساتھ چار پانچ مقتدی ہوتے تھے جو قرآن سن رہے ہوتے تھے۔ ایسے میں ایک شب حضرت عمر ؓ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے اور آپؓ نے دیکھا کہ لوگ اس طرح سے ٹولیوں میں قیام اللیل کے لیے کوشش کر رہے ہیں تو آپؓ نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ آپؓ نے یہ طے کر دیا کہ بیس رکعت تراویح سب مل کر ایک امام کے پیچھے ادا کریں' اور یہ نماز عشاء کے متصل بعد ہو۔ اس لیے کہ تہجد کے وقت ایسا اہتمام ایک مشکل اور بھاری شے ہے۔

تب سے یہ بیس تراویح کا نظام شروع ہوا۔ ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کو ترجمہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اُن کی زبان عربی تھی۔ قاری پڑھتا تھا اور جو مقتدی تھے ان کے دل میں قرآن اُترتا چلا جاتا تھا۔ یہ تراویح دراصل حضرت عمرؓ کی سنت یا اجتہاد ہے۔ ایک عربی محاورہ ہے، مالا یدرک کلہ لایترک کلہ "اگر کوئی شے پوری کی پوری حاصل نہ کی جاسکے تو پوری کی پوری چھوڑ بھی نہ دو، بلکہ جتنی مل سکتی ہو اسے لے لو۔" چونکہ ہم عجمی ہیں، قرآن کو نہیں سمجھتے، اس لیے تراویح کی نماز سے بہتر طور پر مستفیض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ترجمے کی سعادت حاصل کی جائے۔ جس کی ایک شکل ہم نے اختیار کی ہے۔ ایک شکل وہ تھی جو سہارنپور کی خانقاہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے ہاں ہوتی تھی۔ وہ یہ کہ چار رکعتیں پڑھ لیں، پھر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ کوئی قرآن پڑھ رہا ہے۔ کوئی نوافل پڑھ رہا ہے۔ کوئی کچھ اور پڑھ رہا ہے۔ دینی لٹریچر پڑھ رہا ہے اور ایک گھنٹے کے بعد جمع ہو گئے۔ پھر چار رکعتیں ادا کیں، پھر منتشر ہوئے، پھر جمع ہو گئے۔ اس طرح ان کی تقریباً پوری رات جاگتے ہوئے گزر جاتی۔ ہم نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ چار تراویح میں جو قرآن پڑھا جانے والا ہے، اس کا ترجمہ اور تفسیر پہلے سن لو۔ پھر تراویح میں کھڑے ہو کر قرآن سنو۔ چار رکعت کی ادائیگی کے بعد اب پھر اگلی چار رکعتوں میں جو قرآن سننا ہے، اس کو پہلے پڑھ لو، سمجھ لو اور پھر کھڑے ہو جاؤ۔ اس طرح کم از کم بیس، پچیس فیصد قرآن کے معانی آدمی کے ذہن اور قلب پر وارد ہو ہی جائیں گے۔ اور جسے عربی کی کچھ شد بد بھی ہے، تو وہ اَسّی نوّے فیصد بھی سمجھ جائے گا۔

دن کے روزہ اور رات کے قیام کا حاصل یہ ہے کہ روح کے اوپر جو نفس امارہ کا دباؤ ہے، وہ روزے سے کم ہو جاتا ہے۔ اور قرآن حکیم سے روح کو جو غذا ملتی ہے اُس سے وہ تقویت پاتی ہے، وہ روح جو گیارہ مہینے آدمی کے نفس کے تقاضے پورا کرنے اور روح کے تقاضوں سے غفلت برتنے کی وجہ سے تقریباً مردہ ہو گئی تھی، از سر نو زندہ ہو جاتی ہے۔

سورۃ البقرہ کے اِسی رکوع کی آیت 186 میں دُعا کی بابت فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ (البقرہ:186)

"اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں، جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو اُن کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔"

دعا کی عظمت واہمیت کے بارے میں قرآن مجید کی یہ اہم ترین آیت ہے۔ اس آیت کا یہاں روزے کی بحث کے ساتھ آنے کا مطلب کیا ہے؟ دراصل روزے اور قیام اللیل مع القرآن کے ساتھ جب روح کو حیات تازہ ملتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ ایک اصول ہے: كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ "ہر شے اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔" یہ روح اُوپر سے آئی ہے، تو یہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہونا چاہتی ہے۔ یہ روح کا فطری معاملہ ہے۔ یہ روح انسانی کا ایک تقاضا ہے کہ اللہ کا تقرب حاصل کرے اور اس کے لیے سوال یہ ہے کہ ہمارا رب کہاں ہے۔ اس سے ہم کیسے ہم کلام ہوں۔ اس کا ہم کیسے قرب حاصل کریں۔ یہ تلاش دنیا میں بے شمار لوگوں کو رہی۔ آپ کو معلوم ہے، لوگ جنگلوں میں جا کر سال ہا سال ریاضتیں کرتے رہے۔ خانقاہوں میں بیٹھ کر اور غاروں میں بیٹھ کر ریاضتیں کرتے رہے۔

مجھ کو ہے تیری جستجو، مجھ کو تیری تلاش ہے
خالق میرے کہاں ہے تو، مجھ تیری تلاش ہے

چونکہ روزے اور قیام اللیل سے روح کو ایک حیات تازہ مل گئی، لہٰذا یہ جو تقرب الی اللہ کا ایک جذبہ اُبھرتا ہے، اسی جذبے کی شکل یہ دعا ہے۔ آپ اللہ سے دعا کریں، اس لیے کہ اُس نے کہا ہے کہ میں تمہارے بالکل قریب ہوں، مجھے تلاش کرنے کے لیے جنگلوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تلاش کرنے کے لیے غاروں میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں، غور وفکر کے لیے حضور ﷺ بھی غار حرا میں بیٹھتے تھے، لیکن وہ حقائق پر غور وفکر کے لیے تھا۔ اللہ کو تلاش کرنے کے لیے کسی غار میں یا جنگلوں میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہے ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ یعنی "ہم تو انسان سے اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" یہ تو انسان ہے جو ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس کی توجہ دنیا کی طرف ہے، مال ودولت کی طرف ہے، دنیاوی اقتدار کی طرف ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ میری طرف متوجہ ہو جائے تو میں اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (رواہ البخاری)

یہ معاملہ دوطرفہ ہے۔ جیسا کہ ایک شعر ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ایک اور حدیث ہے کہ شب کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نزولِ اجلال فرماتا ہے، اور پھر پکارا جاتا ہے: ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اسے عطا کروں؟

یہ معاملہ ہے ہمارے رب کا ہمارے ساتھ کہ وہ تو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ اس پہلو سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غلامی میں ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ ہماری دنیاوی اور اخروی کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ انسان کی آزادی (libration) کا سب سے بڑا چارٹر یہ ہے۔ دنیا میں دو قسم کی غلامی اور دو طرح کے شرک رہے ہیں۔ پہلی قسم کا شرک بادشاہی کی صورت میں تھا۔ فرعون خود کو خدا کہتا تھا، بادشاہوں کی حاکمیت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو بڑی محنت کرنی پڑی ہے۔ چارٹر آف ہیومن رائٹس تک پہنچنے کے لیے نہ معلوم کتنے عرصے تک لوگوں نے بادشاہوں سے کشمکش کی ہے، شیروں کے منہ میں سے نوالا نکالنا کوئی آسان کام نہیں، ان سے اپنے حقوق حاصل کیے۔ لیکن بادشاہوں کی حاکمیت سے نجات حاصل کر کے لوگ عوامی حاکمیت کے شرک میں گرفتار ہو گئے۔ آج (Poplular sovereignty) کی صورت میں گویا عوام کو خدا قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ بدترین شرک ہے۔ دوسرا بدترین شرک اس exploitation کی صورت میں موجود ہے کہ خدا بہت دور ہے۔ تمہاری پہنچ سے ماوراء ہے۔ اب کیا کرو، تم بتوں کو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ بناؤ۔ ان کے اوپر چڑھاوے چڑھاؤ۔ وہ چڑھاوے کہاں جاتے تھے۔ ظاہر ہے جو اس کے پروہت ہیں، جو اس کے پجاری ہیں، وہ اس کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ بدترین استحصال تھا جو مذہب کے نام پر ہوا۔ اس استحصال سے نجات دلانے والی آیت یہ ہے کہ اللہ سے جب چاہو، جہاں چاہو ہم کلام ہو جاؤ۔ اس سے بڑا آزادی عطا کرنے والی اور exploitation سے نجات دلانے والا اور

عقیدہ کوئی نہیں ہے۔ میں تم سے دور نہیں ہوں، دوری کا تصور ہی ذہن سے نکال دو۔ میں تو تم سے تمہاری رگِ جاں سے بھی قریب ہوں۔ میں تو ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب بھی مجھے پکارے۔ لہٰذا مجھے پکارو۔ اسی سلسلے میں سورۃ مومن کی آیت ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ (آیت:60)

''تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور جو لوگ میری عبادت سے تکبر کی بنا پر اعراض کرتے ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہو کر۔''

اس آیت میں دعا کو عبادت کے ساتھ مساوی کیا گیا ہے۔ جو شخص اللہ سے دعا نہیں کرتا، گویا وہ اللہ کی عبادت کا انکاری ہے۔ جو کہتا ہے کہ میں کیوں مانگوں اس کا یہ طرزِ عمل تکبر ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ سے مانگو، وہ مانگنے پر خوش ہوتا ہے۔ تم انسانوں سے مانگتے ہو، اور جن کے سامنے بھی ہاتھ پھیلاتے ہو، اُن کے ماتھے پر بل پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے مانگو، جو مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عبادت کا اصل جوہر دعا ہے۔'' ایک اور حدیث میں فرمایا: ''دعا ہی اصل عبادت ہے۔'' نماز سب سے بڑی عبادت ہے، اور اس کا جزو لازم سورۃ الفاتحہ ہے، جو مکمل دعا ہے اور یہ ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے۔ اس حوالے سے دعا ہی اصل عبادت ہے۔ آپ دُعا کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے، وہ سن رہا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ آپ کی دعا قبول کرے، آپ کی تکلیف کو رفع کرے، آپ کی ضرورت کو پورا کرے، گویا دُعا ایمان کا مظہر اتم ہے۔

اب دعا کے بارے میں چند باتیں میں آپ سے اور کروں گا۔ حدیث میں یہاں تک الفاظ آئے ہیں کہ جوتی باندھنے کا تسمہ بھی چاہیے تو اللہ سے مانگو۔ البتہ ایک منزل اس سے آگے کی ہے، وہ یہ کہ جیسے جیسے اللہ کا قرب بڑھتا چلا جاتا ہے، جیسے جیسے حقائق کا ادراک بڑھتا چلا جاتا ہے، دعا کا دائرہ سمٹ جاتا ہے۔ انسان خیال کرتا ہے کہ میں اللہ سے کیا مانگوں، کیا اللہ کو معلوم نہیں کہ مجھے کس چیز کی ضرورت ہے۔ یہ اندازِ فکر تکبر نہیں ہے۔ آپ اپنے ذہن اور سوچ سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھ کو تو خبر ہی نہیں کہ کیا چیز میرے لیے اچھی ہے، اور کیا بُری ہے، جیسے سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَعَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (آیت:216)

''اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اور (اِن باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (بقیہ صفحہ 14 پر)

# امیرِ تنظیمِ اسلامی کا پیغام عید الفطر پر رفقاء واحباب کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید الفطر کا دن اصل میں رب کائنات کی جناب میں اُس کی دو عظیم نعمتوں پر شکر بجالانے اور باوقار انداز میں خوشی منانے کا دن ہے۔ ایک نعمت وہ جسے خود اللہ رب العزت نے اپنی رحمانیت کا سب سے بڑا مظہر قرار دیا ہے۔ الرحمٰن ۝ علم القران ۝ ---- وہ قرآن جو سرتاسر ہدایت ہے 'صراطِ مستقیم کی رہنمائی کرنے والا' اس صراطِ مستقیم کی جو ہمارے لئے ابدی وحقیقی کامیابیوں اور حصولِ رضائے رب کی ضامن ہے ---- اور دوسری نعمت' ماہ رمضان المبارک میں روزے جیسی عظیم عبادت کی توفیق کا ملنا ہے۔ قلب کی گہرائیوں سے ابھرنے والے جذبۂ شکر کا حاصل ہے تکبیرِ رب۔ نہ صرف زبان سے رب کی کبریائی کا اعلان' بلکہ اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر مبنی نظام یعنی دینِ حق کو اللہ کی زمین پر قائم و غالب کرنے کا نعرہ مستانہ! خوشی کے اس موقع پر اپنے عزیز واقارب اور رفقاء واحباب سے ملاقات اور سلامتی و مبارک پر مبنی پیغامات کا تبادلہ رسم دنیا' موقع اور دستور تو ہے ہی' اللہ کی نگاہ میں بھی بہت قابل قدر عمل ہے۔

ہماری دعا ہے کہ ہمارا رب اس ماہِ مبارک اور قرآن حکیم کی برکت سے سال کے آئندہ گیارہ مہینوں میں ہمیں ہر اس چیز سے بچنے اور اسے ترک کرنے کی توفیق بخشے جو اسے ناپسند ہے اور جس سے اُس کے حبیب نبی آخر الزمان ﷺ نے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا ہے ---- اور ہر اس کام کو بحسن وخوبی سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے رب کو پسند ہے اور جس سے وہ راضی ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضی ---- اور اسی طرح ہمیں اپنے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنی تمام دینی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ---- اور اے ہمارے پروردگار! اس ہلالِ عید کو ہمارے لئے اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے امن وامان اور سلامتی واسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور اسے ہمارے لئے رشد وہدایت کا موجب بنادے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

احقر عاکف سعید عفی عنہ

## عید الفطر کا پروگرام' ان شاء اللہ

**باغ جناح' لاہور میں نمازِ عید**

وقت : ساڑھے سات بجے صبح

خطبہ وامامتِ نماز : حافظ عاکف سعید

مختصر اردو خطاب : ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی

**رفقاء واحباب سے ملاقات (عید ملن)**

مقام : مرکز تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو' لاہور

تاریخ : 2 شوال المکرم 1428ھ

وقت : صبح 10:30 بجے تا 3:00 بجے سہ پہر

میزبان: امیر تنظیم اسلامی اور مرکزی ناظمین
مع اہل وعیال

# ماہ رمضان المبارک اور ہوش ربا مہنگائی کی لہر

محمد سمیع

بڑے لوگوں سے بڑے دلچسپ قسم کے لطائف منسوب ہوتے ہیں۔ مرزا اسداللہ خان غالب اردو کے مشہور شاعر ہیں۔ ویسے تو مشہور اکثر شعراء ہوتے ہیں لیکن ان کی شہرت ان کی منفرد شاعری کی بناء پر ہے۔ اور چونکہ وہ ایک منفرد شاعر گزرے ہیں لہٰذا ان سے منسوب لطائف میں بھی انفرادیت پائی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار مرزا غالب رمضان المبارک کے دوران اپنے احباب کے ساتھ اپنے کمرے میں تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ ان کے ایک قریبی دوست وہاں تشریف لائے۔ انہوں نے مرزا! کو تاش کھیلتے ہوئے دیکھ کر فقرہ چست کیا کہ مرزا میں نے تو یہ سنا ہے کہ شیطان رمضان کے زمانے میں قید کردیا جاتا ہے۔ مرزا بھی کب چوکنے والے تھے' فوراً جواب دیا: ہاں یہی وہ جگہ ہے جہاں شیطانوں کو قید کیا جاتا ہے۔

اس لطیفے کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب میں رمضان المبارک کے زمانے میں اپنے وطن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حالات پر غور کرتا ہوں تو مجھے یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال دکھائی دیتی ہے۔ رمضان المبارک کی آمد سے کافی پہلے حکومتی سطح پر یہ بیانات آنے شروع ہوجاتے ہیں کہ اس ماہ میں مہنگی اشیاء بیچنے والوں کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی لیکن ہوتا یہ ہے کہ حکومت کے یہ بیانات words of mouth (منہ کے الفاظ) ثابت ہوتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے اشیاء کی مقرر کردہ قیمتیں اور ہوتی ہیں اور بازار میں چیزیں کسی اور قیمت پر ملتی ہیں۔ اس بار تو حد ہوچکی ہے۔ تاجروں نے صاف انکار کردیا ہے کہ وہ حکومت کی مقرر کردہ قیمت پر اشیاء فروخت نہیں کرسکتے۔ اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں۔ آٹے کے بحران نے تو صورتحال کو اور بھی گھمبیر بنادیا ہے۔

ہمارے ملک میں معیشت کی ترقی کی رفتار تو صرف بیانوں کی حد تک کاغذوں میں ہی ہوئی ہے، اس سے کئی گنا زیادہ اور حقیقی ترقی اس ماہ اشیاء کی قیمتوں میں ہوئی ہے۔ اور مہنگی قیمتوں کے عوض جو چیزیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں وہ درجہ اول کی تو کیا ہوتیں، درجہ سوم میں بھی ان کا شمار مشکل سے کیا جاسکتا ہے۔ حکمران یوٹیلٹی سٹورز کی بات کرتے ہیں کہ ہم نے وہاں عوام کو کم قیمت پر اشیاء فراہم کی ہیں، سستے بازار لگائے ہیں۔ یوٹیلٹی اسٹوروں میں تو جیسی بھی ہے، حکومت کی طے شدہ قیمت پر اشیاء دستیاب ہوجاتی ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ ملک میں اُن کی تعداد کتنی ہے۔ اُن سے کتنے لوگ استفادہ کرسکتے ہیں۔ حکمرانوں کو چاہئے کہ ماضی کے حکمرانوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے کبھی کبھار بھیس بدل کر بازاروں کا گشت کیا کریں' اصل صورتحال ان کے سامنے آجائے گی۔ لیکن بے چارے کمانڈو صدر ایسا کیونکر کرسکتے ہیں۔ انہیں تو ہر آن سیکیورٹی کی فکر لاحق رہتی ہے۔ اگر وہ عوام کے دلوں میں

> ہمارے ہاں بڑی مچھلیوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا، شامت بیچاری چھوٹی مچھلیوں کی آتی ہے۔ ناجائز منافع خوری کی روک تھام کے لئے خوردہ فروشوں کے خلاف اقدام کرنے کی بجائے آڑھتیوں پر اپنا شکنجہ کسا جانا چاہئے

بستے تو پھر ہی ایسا ممکن ہوتا۔

ہمارے صدر اور وزیراعظم صاحبان ملکی ترقی کو موبائل فونوں کی تعداد کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ لیکن حال یہ ہے کہ ایک طرف موبائل فون رکھنے والوں میں اتنی قوت خرید نہیں کہ وہ مہنگی قیمتوں پر اشیاء خرید سکیں تو دوسری جانب موبائل فون کے عام ہونے کے نتیجے میں اچکوں کے وارے نیارے ہوگئے ہیں۔ رمضان المبارک کے دوران موبائل فون چوری کئے جانے اور کاریں چھینے جانے کی تعداد میں اضافہ ہوچکا ہے۔ چلو کسی بہانے تو بے روزگاری میں کمی ہوئی۔ بسنت میلہ تو وقتی شے ہوتی ہے۔ لہٰذا اس زمانے میں بے روزگاری میں کمی بھی وقتی ہی ہوتی ہے لیکن موبائل فون اور کاروں کی ریل پیل نے بے روزگاری کو کسی حد تک مستقل طور پر کم کردیا ہے۔ آپ اگر یہ کہیں کہ اس طرح تو بے روزگاری میں کمی ناجائز ذریعے سے ہوئی ہے تو بھلا یہ بتایئے کہ آٹے کو مارکیٹ سے غائب کرکے مہنگے داموں فروخت کرنا اور پھر ایسے ناجائز منافع خوروں کو نیب کی دسترس سے باہر رکھنا کون سا جائز کام ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں بڑی مچھلیوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا، شامت بیچاری چھوٹی مچھلیوں کی آتی ہے۔ ناجائز منافع خوری کی روک تھام کے لئے خوردہ فروشوں کے خلاف اقدام کرنے کی بجائے آڑھتیوں پر اپنا شکنجہ کسا جانا چاہئے تھا۔ ایسا نہ کئے جانے میں کیا رمز پوشیدہ ہے۔ اس کے لئے ملک کے دوسرے بڑے صوبے کے مضبوط وزیراعلیٰ ارباب غلام رحیم کے اس بیان کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو انہوں نے گزشتہ سال دیا۔ کہتے ہیں کہ "شوگر ملز مافیا حکومتیں گرادیتی ہیں۔" اور اب شوگر کی جگہ فلور پڑھا جائے، کیونکہ فلور ملز مافیا دندناتی پھر رہی ہے۔ وزیراعلیٰ نے اپنے اسی بیان میں یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ "کرپشن موجود ہے اور اس کا اعتراف اس لئے کرتا ہوں کہ اسے ختم کرنا چاہتا ہوں"۔ ان کے بیان کے اس جزو پر حیرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ کرپشن موجود ہے جبکہ مرکزی حکومت کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے کرپشن کا قلع قمع کردیا ہے۔

بات کسی اور طرف نکل گئی۔ بات ہورہی تھی ماہ رمضان کی اور ہمارے رویوں کی۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں گزشتہ سال حدود آرڈیننس میں غیر اسلامی غیر شرعی ترامیم کرکے اُس کو بے دست و پا بنانے کا عزم دھرایا جارہا تھا، اور اب ایسی بابرکت مہینے میں جناب صدر کے دوبارہ "سہ بارہ" آئینی انتخاب کے لئے منصوبہ بندی ہوچکی ہے۔ اہل مجلس کو مشرف اب باوردی یا بے وردی کسی صورت قبول نہیں، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ خود انہوں نے ہی تو فرد واحد کی حکومت کو سترہویں ترمیم کے ذریعے تحفظ فراہم کیا اور جس کے بارے میں امریکہ کی جنگجو لیڈی کونڈولیزا رائس کا فرمان ہے کہ اس فرد واحد کے بغیر پاکستان کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

بلاشبہ موجودہ دور میں صدر مشرف سے قوم کو چھٹکارا دلانا ایک بڑا معجزہ ہوگا، مگر اُس کے لئے مجلس کیا قربانی دے گی، کیا صوبائی حکومتوں کی بیڑی ایک مرتبہ پھر اُن کے اُٹھتے قدم نہیں روک دے گی؟ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی سیاسی حکمت عملی سے تو یہی مترشح ہوتا ہے، اور پھر کیا "مجلس" انتخابی سیاست کو طلاق دے کر منظم عوامی تحریک برپا کرنے کا فیصلہ کرسکتی ہے کہ ملک کی تقدیر سنور جائے۔ ہمارے آرزو تو یہی ہے مگر شاید ایسا ممکن نہ ہو۔ مذہبی سیاسی جماعتیں سیاسی جدوجہد کے میدان میں انتخابی سیاست کے کھیل ہی کو حرف آخر سمجھتے ہیں۔ اندریں حالات قوم کو انسان نما شیطانوں اور طاغوتی نظام سے چھٹکارا دلانے کے لئے ابھی کسی مرد غیب کا انتظار کرنا ہوگا۔

✿✿✿✿✿

# روزہ اور اعتکاف

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے، رحیم ہے۔ وہ ہمہ وقت اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اُس کا فرمان ہے کہ جو کوئی ایک نیکی لے کر آئے گا، اُس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو کوئی ایک گناہ کرے گا تو اس کا گناہ ایک ہی شمار ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں، بلکہ جو شخص سچے دل سے توبہ کر لے تو اُس کی برائیاں نیکیوں میں بدل دی جاتی ہیں۔ پھر بعض دنوں کو بعض دنوں پر فضیلت دی گئی ہے جیسے جمعہ کا دن۔ بعض اوقات کو دوسرے اوقات پر فضیلت ہے، جیسے رات کا تیسرا پہر، کہ اس وقت اللہ کی رحمت پکار پکار کر کہتی ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اُس کو دوں۔ رمضان قمری سال کا نواں مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک کو باقی مہینوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ رمضان قرآن پاک کے نزول کی سالگرہ ہے۔ اس مہینے میں ہر عمل کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ اس ماہ کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جو شخص ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اس ماہ مبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا ہوتا ہے۔ دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ دوزخ کی آگ سے رہائی کا ہوتا ہے۔ اس مبارک مہینے کے آخری عشرے میں ایک رات لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ گویا اس رات کے نیک عمل کو ہزار مہینوں کے عمل سے بھی بڑھ کر شمار کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ رات رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے یعنی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں رات۔ اس رات کا تعین نہیں کیا گیا تا کہ مسلمان ان تمام راتوں میں عبادت میں مصروف رہیں اور زیادہ سے زیادہ اللہ کی رحمت حاصل کر سکیں۔ لیلۃ القدر اور رمضان کے آخری عشرے سے بھرپور مستفید ہونے کے لئے آخری دس دنوں کا اعتکاف مقرر کیا گیا ہے، معتکف بیسواں روزہ مسجد کے اندر اعتکاف کی حالت میں افطار کرتا ہے اور پھر عید الفطر کا چاند طلوع ہونے تک مسجد میں ہی قیام کرتا ہے۔ سحری کا کھانا اور افطاری مسجد میں ہی ہوتی ہے۔ سارا دن اور رات کا اکثر حصہ وہ ذکر و اذکار اور نوافل میں گزارتا ہے۔ کسی ضروری کام کے لئے بھی مسجد سے باہر نہیں جا سکتا۔ پیشاب، پاخانہ کی حاجت کے وقت باہر نکل سکتا ہے یا پھر وضو کے لئے۔ معتکف بڑا خوش قسمت انسان ہے کہ اس کے نامہ اعمال میں یہ دس دن گناہوں سے پاک اور نیکیوں سے بھرپور ہوتے ہیں۔ معتکف کسی بیمار کی عیادت یا نماز جنازہ میں شرکت کے لئے بھی مسجد سے باہر نہیں جا سکتا۔ اسی طرح نیکی کے وہ کام جو بیرون مسجد کئے جا سکتے، وہ نہیں کر سکتا۔ مگر اللہ کی رحمت کی وسعت دیکھئے کہ معتکف کو یہ کام کئے بغیر ان کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان مبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال سفر کی مصروفیت تھی اور آپ اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال رمضان کے آخری دو عشروں کا اعتکاف کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ جس طرح عورت کی نماز گھر میں زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے، اسی طرح عورت کا اعتکاف بھی گھر میں ہوتا ہے، جہاں وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ مقرر کر لیتی ہے۔

> اعتکاف کرنے والے کے کیا کہنے کہ اُسے روزے کا ثواب، تراویح کا ثواب، ذکر و اذکار اور نوافل کا ثواب اور ان کاموں کا ثواب بھی ملتا ہے جو وہ مسجد میں محصور ہونے کی وجہ سے انجام نہیں دے سکتا

اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے۔ اور روزہ خود بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے اور جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے بھی سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ اُس کے بھی سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (صحیحین) ایمان یقین کو کہتے ہیں کہ دل میں کسی طرح کا شک یا تذبذب نہ ہو بلکہ کیفیت اطمینان اور سکون کی ہو، عقیدہ پختہ ہو، ایمانیات کے تمام شعبے اُس کے سامنے مستحضر ہوں۔ احتساب کا معنی ہے نگرانی اور احساس محاسبہ۔ یعنی روزے کی حالت میں انسان اپنے اعمال پر کڑی نظر رکھے کہ کوئی کام اللہ کی رضا کے خلاف نہ ہونے پائے اور خلوص کا یہ عالم ہو کہ اپنے عمل پر ثواب کی پوری امید ہو۔ روزہ تو دن کو ہر طرح کی معصیت سے بچ کر غروب آفتاب تک کھانے پینے سے پرہیز کر کے اور نفسانی خواہشات پر قابو پا کر گزارنے کا نام ہے۔ جبکہ قیام کا مطلب رات کو نماز تراویح میں کھڑے ہو کر قرآن کا سننا سنانا ہے۔ اسی طرح لیلۃ القدر کا قیام بھی یہ ہے کہ رات رب کے حضور میں ذکر و اذکار، تلاوت قرآن اور نوافل میں بسر کی جائے۔ روزے کی حالت میں جب انسان کاروبار زندگی میں مصروف ہوتا ہے تو چھوٹی موٹی بے احتیاطی کا امکان رہتا ہے۔ مگر اعتکاف کی حالت میں تو انسان ہر طرح کی دنیاوی مشغولیت سے یکسر فارغ اور عبادت کے لئے ہمہ وقت مستعد ہوتا ہے۔ پس اعتکاف کرنے والے کے کیا کہنے کہ اُسے روزے کا ثواب، تراویح کا ثواب، ذکر و اذکار اور نوافل کا ثواب اور ان کاموں کا ثواب بھی ملتا ہے جو وہ مسجد میں محصور ہونے کی وجہ سے انجام نہیں دے سکتا۔ بس شرط یہ ہے کہ روزہ پورے آداب کے ساتھ اور اعتکاف پورے خلوص کے ساتھ ہو۔ ایسا روزہ اور اعتکاف جہاں سابقہ گناہوں کی معافی کا سبب ہے، وہاں اُس کے اخلاق کو بلند، کردار کو مضبوط بناتا اور نیکیوں پر آمادگی اور گناہوں سے نفرت پیدا کرتا ہے روزے اور اعتکاف کا یہی مقصد ہے جسے تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اگر روزے کا مقصد پیش نظر نہ ہو اور روزے دار آنکھوں، کانوں، ہاتھوں اور زبان کا بے محابا اور غیر محتاط استعمال کرتا رہے تو اُس کا روزہ محض فاقہ ہے اور رات کا جاگنا صرف جگراتہ ہے۔ اسی طرح اگر معتکف اعتکاف کی حالت میں مسجد میں بیٹھ کر دنیاوی گفتگو میں مشغول رہے اور جھوٹ اور غیبت سے پرہیز نہ کرے تو اس کا اعتکاف بھی نتیجہ خیز نہ ہوگا۔ یہ کتنی بدنصیبی ہے کہ روزہ رکھ کر بھوک اور پیاس بھی برداشت کی اور حاصل کچھ نہ ہوا اور اعتکاف کے دس دن مسجد میں گزارے مگر معصیت سے پرہیز نہ کر سکا۔

# آزادی کے ساٹھ سال: کیا کھویا؟ کیا پایا؟

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

مملکت خداداد پاکستان کی عمر ساٹھ سال ہوچکی ہے، شمسی حساب سے تو پاکستان 14 اگست 1947ء کو قائم ہوا مگر قمری حساب سے اس کا قیام 27 رمضان المبارک کو ہوا تھا اور رواں ماہ بھی رمضان ہے لہٰذا یہ موقع ہے کہ ہم جائزہ لیں کہ ہماری منزل کیا تھی، ہم کس سمت میں چلے تھے اور اس کے اعتبار سے ہم کہاں پہنچے ہیں۔ اس عرصہ میں کوئی کمائی کی تو کیا، کچھ گنوایا تو کیا؟ گویا ہمارا میزانیہ (Balance Sheet) کیا ہے۔ پھر مزید یہ کہ داخلی اور بین الاقوامی اعتبار سے ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں اور حالیہ بحرانوں میں بچاؤ کا کوئی راستہ ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کون سا ہے؟

راقم الحروف کے نزدیک پاکستان کا قیام ایک معجزہ ہے کیونکہ پاکستان کا قائم ہونا کسی حساب کتاب میں نہیں تھا۔ گاندھی قیام پاکستان سے چند مہینے پہلے کہہ چکا تھا کہ ''پاکستان صرف میری لاش پر بن سکتا ہے''۔ قائداعظم خود کیبنٹ مشن پلان کو مان کر کم از کم دس سال کے لیے آزاد پاکستان کے مطالبے سے دستبردار ہوچکے تھے، پھر اُس وقت برطانیہ میں لیبر پارٹی کی حکومت تھی جو کانگریس کی حد درجہ ہم نوا اور ہمدرد تھی۔ برطانوی وزیرِ اعظم لارڈ ایٹلی کو قائداعظم سے شدید کد، نفرت اور بغض تھا۔ دوسری طرف ہندوستان میں متعین برطانوی وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہر اعتبار سے گاندھی کا چیلا تھا۔ ان حالات میں پاکستان کا معرض وجود میں آنا ظاہر کرتا ہے کہ یہ اللہ کی خاص مشیت کا مظہر ہے۔ اللہ نے پاکستان کیوں دیا، اس کو سمجھ لیں، قرآن حکیم کی سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 129 میں ارشاد ہوا کہ ''عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمہیں زمین میں خلافت اور حکومت عطا کرے گا تاکہ دیکھے کہ تم کیا کرتے ہو۔'' یعنی ابھی تم مجبور ہو، مقہور ہو، محکوم ہو، غلام ہو، جب آزاد ہوجاؤ گے اور تمہارے ہاتھ میں اختیار آجائے گا، جب تمہیں استخلاف یعنی اقتدار مل جائے گا تو پھر اللہ دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو؟ بعینہٖ یہی بات قیام پاکستان کا سبب بنی۔

آیئے اب 60 سالہ فردِ عمل کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان 60 سالوں میں دستوری سطح پر ہمارے ہاں کچھ پیش رفت ہوئی یعنی قراردادِ مقاصد پاس ہوئی۔ ہم نے دستوری سطح پر تسلیم کیا کہ حاکمیت اللہ کی ہوگی مگر اس کے بعد اس ضمن میں پورے 58 سال میں جتنے کام ہوئے وہ بالکل غیر مؤثر اور منافقانہ طرزِ عمل کے حامل تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل بنائی جو غیر مؤثر ہے۔ کیونکہ اس کی سفارشات کو کوئی تنفیذی قوت حاصل نہیں۔ وفاقی شرعی عدالت بنائی گئی تو اس پر بھی پابندیاں عائد کردیں۔ یعنی دستورِ پاکستان، ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری اور مسلم پرسنل لاء اس کے دائرہ اختیار سے خارج کردیے گئے۔ جبکہ مالیاتی قوانین کو دس برس کے لئے اس کے دائرہ کار سے باہر کردیا گیا اور جب مدت ختم ہوئی تو اوّلاً وفاقی شرعی عدالت اور پھر سپریم کورٹ کے شریعت بنچ نے بنک انٹرسٹ کو سود اور حرام قرار دے دیا۔ اس پر ہماری منافقت سامنے آئی اور نواز شریف حکومت نے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کرادی۔ یہی وجہ ہے کہ دستور میں موجود اسلامی دفعات کی کوئی مؤثر حیثیت نہیں۔ اسی لئے میری رائے میں دستورِ پاکستان منافقت کا پلندہ ہے۔

> ساٹھ سالہ تاریخ میں ہم نے ہر سطح پر انگریز کے نظام کو پوری طرح سے برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ اس نظام کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ ہم انگریز کے بنائے ہوئے صوبوں کی حدود تبدیل کرنے کی جرأت بھی نہیں کرسکے

سیاسی سطح پر پورے 60 سال میں افراتفری اور عدم استحکام کا دور دورہ رہا ہے۔ یعنی حکومتیں بن رہی ہیں، بگڑ رہی ہیں، ایک تکون ہے جو حرکت کرتی ہے، اس کا کبھی ایک رخ سامنے آگیا تو کبھی دوسرا رخ سامنے آگیا۔ یہ تکون آرمی، بیوروکریسی اور پشتینی سیاستدانوں (جاگیرداروں اور سرمایہ داروں) پر مشتمل ہے۔ ہماری سیاسی تاریخ کا ایک طویل عرصہ فوجی حکمرانوں کے ادوار پر مشتمل ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ ہم سیاسی سطح پر ایک نابالغ اور Retardad قوم کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔ افراتفری اور عدم استحکام کے علاوہ سیاسی سطح پر پاکستانی قوم مختلف قومیتوں میں تقسیم ہوچکی ہے۔ پہلے چار قومیتیں تھیں، اب مہاجر، سرائیکی اور دیگر قومیتیں وجود میں آچکی ہیں۔ لہٰذا اب ہم ایک قوم بھی نہیں رہے۔

معاشی سطح پر ہمارا ریکارڈ بدترین ہے۔ سود جوں کا توں قائم ہے۔ بھاری بھرکم بیرونی قرضوں کا بوجھ قوم کے کندھوں پر ہے۔ دوسری جانب جاگیرداری نظام اپنے انڈوں اور بچوں کے ساتھ پوری طرح قائم ہے اور موجودہ زمینداری نظام سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہے جس میں خون پسینہ کاشت کار کا ہوتا ہے اور عیش زمیندار کرتا ہے۔ کسان کے بچوں کو وہ میسر نہیں جو جاگیرداروں کے کتوں کو دیا جاتا ہے۔ ان 60 سالوں میں معاشی میدان میں ایک اور ظلم کا اضافہ ہوا، وہ یہ کہ صدر ایوب کی صنعتی اصلاحات کے نتیجہ میں ایک نو دولتیا طبقہ ہمارے ہاں پیدا ہوا جس نے اسراف و تبذیر کی وہ روایتیں قائم کیں کہ پورے معاشرے پر نمود و نمائش اور اسراف کا رنگ غالب ہوگیا۔ حالانکہ قرآن نے اسراف و تبذیر کے مرتکب افراد کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔

سماجی سطح پر بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی عروج پر پہنچ گئی ہے اور یہ وہ واحد شے ہے جس میں ہم نے بے حد ''ترقی'' کی ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا سفلی جذبات کے ابھارنے کا پورا بندوبست کررہے ہیں۔ نتیجتاً جنسی بے راہ روی اور گینگ ریپ عام ہے۔ امن و امان کی سطح پر قتل، ڈکیتیاں، دہشت گردی، چوریاں، غارت گری، خودکش حملے اور اغوا برائے تاوان معمول کا حصہ بن چکے ہیں۔

اخلاقی سطح پر جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت انتہائی عروج پر ہیں۔ یہ تینوں چیزیں از روئے حدیث منافقت کی علامات ہیں اور ہمارے ہاں جو منصب کے اعتبار سے جتنا بڑا اونچا ہے اُتنا ہی بڑا جھوٹا، خائن اور وعدہ خلاف ہے۔ تعلیمی سطح پر دین اور دنیا کی تقسیم ابھی تک باقی ہے اور موجودہ حکومت نے اس تقسیم کو اور نمایاں کردیا ہے۔ یعنی جس طرح سے تدریسی کتب سے اسلامی تعلیمات کو کھرچا گیا ہے اس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔ میکاولی نظام تعلیم کی وجہ سے دینی مدرسے، کالجز اور یونیورسٹیاں الگ الگ قائم کی گئیں ہیں۔ حالانکہ قیام پاکستان کے بعد دینی مدرسوں اور یونیورسٹیز کو ایک وحدت ہونا چاہئے تھا۔ دوسری طرف شرح خواندگی خطرناک حد تک کم ہے۔ پبلک سیکٹر سے تعلیم ختم ہوگئی ہے، پرائیویٹائزیشن کی وجہ سے بڑی بڑی فیسوں والے خود مختار ادارے بن چکے ہیں۔ چنانچہ اب تعلیم ایک کاروبار اور نفع بخش صنعت بن چکی ہے۔

# بین الاقوامی سرحدوں پر لگائی جانے والی
# باڑیں اور دیواریں

محمد طفیل گوندل

مذہبی سطح پر ہماری یہ حالت ہے کہ فرقہ واریت انتہا پر ہے۔ مساجد کے باہر کلاشنکوف بردار محافظ کھڑے ہیں۔ باہمی ٹکراؤ کی سب سے بڑی مثال 1971ء کا سانحہ ہے جب پاکستان دولخت ہوگیا اور بھارتی وزیرِاعظم اندرا گاندھی نے کہا تھا ''We have avenged our thousands years defeat'' یعنی ''آج ہم نے اپنی ہزار سالہ شکست کا بدلہ چکا دیا'' اور مزید کہا کہ ''آج ہم نے دوقومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کردیا۔''

عسکری میدان میں بھی تنزل کا سفر جاری ہے۔ آج اپنی قوم کے ہاتھوں ہمارے فوجی جوان اغوا ہورہے ہیں۔ سقوطِ مشرقی پاکستان سے پہلے بھارت پر پاکستان کا عسکری دباؤ تھا لیکن 1971ء کے بعد ہم پر خوف طاری ہوگیا اور حد یہ ہے کہ ایٹمی اثاثے کے ہوتے ہوئے بھی ہمیں بھارت کے مقابلے میں امریکہ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہم دعویدار ہیں کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے مگر ہم اس شہ رگ سے بھارت کا ہاتھ ہٹانے کی جرأت نہیں رکھتے۔ پہلے مسئلہ کشمیر میدان میں حل کرنے کی باتیں ہوتی تھیں مگر اب مذاکرات کی ٹیبل پر اس کا تذکرہ بھی ہمارے حکمران گوارا نہیں کرتے۔ بھارت نے ایودھیہ میں بابری مسجد کو شہید کردیا ہم سے اتنی جرأت نہ ہوسکی کہ ردعمل کے طور پر بھارت سے سفارتی تعلقات ہی ختم کرلیتے یا کم ازکم اس کی دھمکی دے دیتے۔

خارجہ پالیسی کو لے لیجئے کہ اس میں بھی ہم نے اولین دنوں میں طے کرلیا تھا کہ ہمارا پشت پناہ اور حمایتی امریکہ ہے اور ہم اس کے گھڑے کی مچھلی ہیں۔ جبکہ امریکہ نے ہر مشکل موڑ پر ہمیں دھوکا دیا اور دھونس اور دھاندلی سے اپنے ناجائز مطالبے تسلیم کرائے۔ اس کی واضح مثال افغان پالیسی پر ہمارا یوٹرن ہے۔ جبکہ سورہ المائدہ کی آیت نمبر51 میں صراحت کے ساتھ یہ حکم موجود ہے کہ ''اے اہل ایمان! یہودیوں اور نصرانیوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پشت پناہ ہیں''۔ موجودہ حکمران طبقہ پوری طرح سے امریکی رنگ میں رنگا ہوا ہے اور اسے ہی حقیقی کامیابی سمجھتا ہے۔

اس کے علاوہ ساٹھ سالہ تاریخ میں ہم نے ہر سطح پر انگریز کے نظام کو پوری طرح سے برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ اس نظام کی اثر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ ہم انگریز کے بنائے ہوئے صوبوں کی حدود تبدیل کرنے سے بھی ڈرتے ہیں۔ ہم نے نئے ضلعے بنالئے، نت نئے بلدیاتی نظام وضع کرلئے مگر صوبوں کی تقسیم کو ہم نے مقدس گائے کا درجہ دے رکھا ہے اور اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ انگریزی دور کے آزاد قبائل آج بھی آزاد قبائل ہیں۔ ان کا سٹیٹس بھی تبدیل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ آزاد تو وہ ہیں باقی ساری قوم محکوم ہے۔ (شائع شدہ ''جنگ'')

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(ترجمہ) ''پھر اُس نے ایک اور سامان کیا۔ یہاں تک کہ دو دیواروں کے درمیان پہنچا، تو دیکھا کہ اُن کے اس طرف کچھ لوگ ہیں کہ بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے رہتے ہیں، بھلا ہم آپ کے لئے خرچ (کا انتظام) کر دیں کہ آپ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ خرچ کا جو مقدور خدا نے مجھے بخشا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ تم مجھے قوتِ (بازو) سے مدد دو۔ میں تمہارے اور اُن کے درمیان ایک مضبوط اوٹ بنا دوں گا۔ تو تم لوہے کے (بڑے بڑے) تختے لاؤ (چنانچہ کام جاری کردیا گیا) یہاں تک کہ جب اُس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان (کا حصہ) برابر کردیا۔ اور کہا کہ (اب اسے) دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اُس کو (دھونک دھونک کر) آگ کر دیا تو کہا کہ (اب) میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس پر پگھلا کر ڈال دوں۔ پھر اُن میں یہ قدرت نہ رہی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔ بولا کہ یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے۔ جب میرے پروردگار کا وعدہ آ پہنچے گا تو اُس کو (ڈھا کر) ہموار کردے گا۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔'' (الکہف:92تا98)

دو قوموں یا ملکوں کے درمیان دیوار یا باڑ بنانے کا تصور قرآن مجید میں سورۃ الکہف کی مندرجہ بالا آیات کے حوالے سے ملتا ہے جس میں ذوالقرنین کے دنیا کے گرد سفور میں سے ایک سفر کا تذکرہ ہے۔ مذکورہ دیوار کے محل وقوع کا ابھی تک تعین نہیں ہوسکا۔ مختلف آراء ہیں۔ اسی طرح یاجوج ماجوج کے بارے میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کون سی قوم ہے، کہاں کے باشندے ہیں، مگر دنیا میں اس وقت تک جتنی دیواریں بنائی گئی ہیں ان کی بظاہر تین بڑی وجوہات سامنے آتی ہیں۔

1۔ پہلی وجہ تو وہی ہے، جس کا ذکر اس قوم نے ذوالقرنین سے کیا تھا۔ ''یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں''۔ یعنی موجودہ دور کی اصطلاح میں دہشت گردوں کے حملوں کو روکنے کے لئے۔

2۔ غیر قانونی نقل مکانی کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کے لئے۔

3۔ کسی ملک کی خود ساختہ سرحدوں کی یک طرفہ حد بندی کے لئے۔

یہود و نصاریٰ اور ہنود نے مسلمان ملکوں کے ساتھ ملنے والی سرحدوں کو سیل تو کر ہی رکھا ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ دیواریں یا باڑیں عرب ممالک اپنے درمیان لگا رہے ہیں، جو ایک اللہ، رسول ﷺ اور کتاب پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ مثلاً

☆ متحدہ عرب امارات سلطنت اومان کے ساتھ ملنے والی سرحد پر باڑ لگا رہا ہے۔

☆ کویت 215 کلومیٹر لمبی باڑ پہلے ہی عراق کے ساتھ ملنے والی سرحد پر لگا چکا ہے۔ اب وہ اس کا معیار مزید بڑھا رہا ہے۔

☆ سعودی عرب اپنی یمن کے ساتھ ملنے والی سرحد پر ساڑھے آٹھ بلین ڈالر کی لاگت سے دیوار کھڑی کررہا ہے، جو تقریباً مکمل ہوچکی ہے۔ اب اس کے پیش نظر 900 کلومیٹر لمبی عراق کے ساتھ ملنے والی سرحد پر دیوار کھڑی کرنا مقدم تر ہوگیا ہے۔ سعودی نیشنل سیکیورٹی اسیسمنٹ پروجیکٹ کے سربراہ نواف عبید کا کہنا ہے ''اگر عراق کے حصے بخرے ہوئے تو عراقیوں کی اکثریت کا رخ جنوب یعنی سعودی عرب کی طرف ہوگا تو کیا ہم اُس وقت تیاری کریں گے۔'' اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اس دیوار کو کتنی اہمیت دے رہے ہیں۔ اس نئی تعمیر ہونے والی دیوار کی تہہ میں (i)Movement Sensors (ii)Uletra violet night vidio (iii)Face recognition cameras Software نصب کئے جائیں گے۔ اس باڑ میں برقی رو بھی چھوڑی جائے گی، اور مائنز بھی بچھائی جائیں گی۔

☆ موجودہ عراقی حکومت نے بھی کچھ ہی دن پہلے اعلان کردیا ہے کہ وہ شام اور ایران کے ساتھ ملنے والی سرحدوں پر باڑ لگانے کی تیاری کررہی ہے۔

### غیر عرب مسلمان ممالک میں

☆ ازبکستان نے تاجکستان کے ساتھ اپنے بارڈر کو دیوار بنا کر سیل کر رکھا ہے۔

☆ اب پاکستان بھی افغانستان کے ساتھ ملنے والی سرحد پر1500 کلومیٹر لمبائی پر باڑ لگانے کے لئے پر تول رہا ہے۔

☆ مراکش نے 2700 کلومیٹر طویل فاصلے پر ریت

اور پتھروں کے بڑے بڑے تختے مغربی صحارہ کو سیل کرنے کے لئے کھڑے کر رکھے ہیں۔ اِن تختوں کے پیچھے خاردار تار ہے جن کے درمیان مائنز بچھائی گئی ہیں۔ راڈار نصب کئے گئے ہیں۔ آرمی بنکر اور ملٹری بیس بنائے گئے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جس پر مراکش نے 1975ء میں قبضہ کیا تھا۔ اِس جگہ پر الجزائر کے سابقہ باشندوں کے کیمپ تھے، جہاں سے وہ 1991ء کی جنگ بندی تک گوریلا جنگ لڑتے رہے ہیں۔

☆ غیر مسلم ممالک جنہوں نے اپنے ہمسایہ مسلم ممالک کے ساتھ ملنے والی سرحدوں کو باڑ لگا کر سیل کر رکھا ہے، بھارت اِن میں سب سے آگے ہے۔ جس نے کوہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلہ (جو قدرتی مگر مفت کی فصیل ہے) کو چھوڑ کر پاکستان کے ساتھ تین ہزار (3000) کلومیٹر پر باڑ لگائی ہوئی ہے، سوائے کشمیر کے کچھ مخصوص حصوں میں جہاں چٹیل اور ٹوٹی پھوٹی عمودی ڈھلوانیں ہیں جو دو رویہ اور 10 فٹ اونچی باڑھ لگانے میں مانع ثابت ہوئی ہیں۔ اِس دو رویہ باڑھ کے درمیان جو خاردار تار کی ہے مائنز بچھائی ہوئی ہیں اور اب وہ اِس سے بھی نسبتاً طویل باڑ 3300 کلومیٹر بنگلہ دیش کے بارڈر کے ساتھ لگا رہا ہے تاکہ وہاں سے غیر قانونی تارکین وطن کو روک سکے۔

☆ بعینہٖ اسرائیل پہلے ہی مصر، اردن، شام اور غزہ کی پٹی کے ساتھ ملنے والی سرحدوں پر باڑ لگا چکا ہے جس کے ساتھ اُس نے بڑی گھنی اور بھاری قسم کی مائنز بچھا رکھی ہیں، اور جگہ جگہ مانیٹرنگ پوسٹ کھڑی کی ہوئی ہیں۔ مقبوضہ مغربی کنارے کے ساتھ والی دیوار تو 1967 کی جنگ بندی کے اصول کی نہ صرف صریح خلاف ورزی ہے بلکہ فلسطینی آبادیوں میں بہت دور تک پھیل ہوئی ہے، اِس طرح مغربی کنارے کی طرف سے مشرقی یروشلم کو منقطع کر دیا گیا ہے۔

☆ تھائی لینڈ اپنے دور دراز جنوبی بارڈر پر جو شمالی ملائیشیا کے ساتھ لگتا ہے 75 کلومیٹر کی دیوار بنا رہا ہے۔ چونکہ ان صوبوں کی اکثریت جو شمالی ملائیشیا کے ساتھ واقع ہیں، مسلمانوں کی ہے، جن کی قدریں، رنگ، نسل، زبان ملائیشیا کے مسلمانوں کے ساتھ مشترک ہیں۔ لہٰذا تھائی لینڈ کی حکومت اِن صوبوں کو باغی قرار دیتی ہے اور مسلمان ہونے کی وجہ سے انہیں دہشت گرد گردانتی ہے۔ خاص طور پر مشترکہ خاندانوں کے اُن افراد کو جو آر پار آتے جاتے رہتے ہیں، دہشت گرد شمار کیا جاتا ہے۔

☆ سپین نے اپنے سرحدی دیہات Ceuta اور Melilla پر جو مراکشی ساحل پر واقع ہیں، باڑ لگا رکھی ہے اور کینری جزائر پر نیول پٹرولنگ کا ٹھوس اور مضبوط نظام جاری کر رکھا ہے تاکہ امریکی غیر قانونی تارکین وطن کو یورپی یونین کے ممالک تک رسائی سے روکا جائے۔ یورپی یونین اپنے اُن بارڈرز کو جو ترکی اور یوکرائن کے ساتھ لگ رہے ہیں عنقریب سیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

اس کے برعکس یہود و ہنود اور نصاریٰ میں کسی بھی معنی میں بظاہر کوئی فرق و تفاوت نہیں پایا جاتا۔ ان کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی جینز (Genes) ایک ہی طرح کے لگتے ہیں کیونکہ مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ ایک عیسائی، ہندو یا یہودی اپنے عیسائی، ہندو، یہودی (جس کے رنگ و نسل اور زبان کا کوسوں دور کا فرق ہوگا) کے مفادات کی نگرانی ہر حال میں کرتا ہے۔ تبھی تو سب مل کر مسلمانوں کا استحصال کر رہے اور لوٹ رہے ہیں اور مسلمان ہیں کہ انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک خواب غفلت میں ہوئے پڑے ہیں اور اپنے دین دوری کی وجہ سے پستی کا شکار ہیں۔ انہیں روشن خیال اور انتہا پسند کے عنوانات کے تحت باہم تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے مسلم حکمرانوں کی پست سوچ کا جو مغرب سے مرعوب

> یہود و نصاریٰ اور ہنود نے مسلمان ملکوں کے ساتھ ملنے والی سرحدوں کو سیل تو کر ہی رکھا ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ دیواریں یا باڑیں عرب ممالک اپنے درمیان لگا رہے ہیں، جو ایک اللہ، رسول ﷺ اور کتاب پر ایمان رکھنے والے ہیں

ہیں اور پوری امت کو بھیڑ بکریوں کی مانند اُسی طرف ہانک کر لے جا رہے ہیں۔

یورپ میں دیوار برلن گر چکی ہے۔ امریکہ کے میکسیکو کی سرحد کے ساتھ غیر قانونی تارکین وطن کو روکنے کے لئے 3360 کلومیٹر لمبی باڑ لگانے پر جو ختم ہونے والی طویل بحث کے نتیجے میں کانگریس نے اب کہیں جا کر بش کو اجازت دی ہے کہ وہ میکسیکو کی سرحد پر صرف 1125 کلومیٹر کی باڑ لگا سکتا ہے۔ امریکہ کا میکسیکو کے بارڈر کو کنٹرول کرنے کے قابل نہ ہونے کوئی مالی یا ٹیکنیکل جواز نہ تھا بلکہ سیاسی وجہ تھی۔ وہ یہ کہ امریکہ میں ایسی طاقتور لابیاں کام کر رہی ہیں جو امریکہ کے مختلف اداروں کو غیر قانونی میکسیکن کارندے مہیا کرتی ہیں جو ضروری کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم اجرت پر کام کرتے ہیں۔

شمالی اور جنوبی کوریا کے درمیان غیر مسلح زون میں جو مورچہ بندیاں بنائی گئی تھیں تاکہ دونوں طرف کے تخریب کاروں یا فوجیوں کی آمد و رفت کو روکا جا سکے، وہ ختم ہو چکی ہیں۔ اگرچہ چین شمالی کوریا کے ساتھ اپنی سرحدوں پر جو باڑ لگا رہا ہے مگر یہ احتیاطی تدابیر کے طور پر ہے، تاکہ شمالی کوریا کی حکومت کو اگر کسی وقت زوال آتا ہے تو مہاجرین کی یلغار کو روکا جا سکے۔

## بقیہ: عدلیہ اپنا کام کرے

سول سوسائٹی نے تاریخ ساز جدوجہد کی۔ لوگوں نے اسے 1947 جیسی نوید جانفزا قرار دیا۔ پاکستان کے عوام نے جانا کہ کم از کم اب ہماری عدالتیں ہر نوع کے آشوب سے آزاد ہو کر نظریۂ ضرورت کی بجائے صرف اور صرف آئین و قانون کے تناظر میں فیصلے صادر کریں گی، اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ عدالتوں کا کام یہ نہیں کہ وہ سیاستدانوں کو غلط روش کو بنیاد بنا کر اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کی راہیں تلاش کریں۔ اُن کا کام آئین و قانون کی تشریح ہے۔ مجلس عمل نے کل کیا کیا اور آج کیا کر رہی ہے اس کا محاسبہ عوام کریں گے۔ پیپلز پارٹی شراکت اقتدار کے لئے کیا ناٹک رچا رہی ہے، اس کی باز پرس پاکستان کے ووٹرز کریں گے۔ آٹا نایاب ہو گیا تو حکومت کی ناکامی کا مواخذہ لوگ کریں گے۔ عدالت کا کام صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اپنے سامنے پیش کئے گئے نکات کا فیصلہ آئین کی روشنی میں کرے اور بس۔ اور اگر ''نظریۂ ضرورت'' کا سہارا لینا ہی ہے تو ساٹھ برس کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اسے پہلی بار، آمریت کے بجائے عوام، آئین، سلطانیٔ جمہور اور قانون کی سربلندی کے لئے بروئے کار لانا چاہیے۔

پاکستان کے فوجی حکمرانوں کی طاقت کا اصل سرچشمہ نہ فوج ہے نہ بے چہرہ سیاستدان، یہ سرچشمہ عدلیہ رہی ہے۔ عدالتوں نے فوجی حکمرانوں کو دربار سجانے کی اجازت دی اور یہ دربار بے ننگ و نام درباریوں سے بھر گئے۔ نواز شریف کو ہائی جیکر عدلیہ نے قرار دیا۔ جاوید ہاشمی جیسے شخص کو غدار عدلیہ نے قرار دیا۔ چار برس تک اس کی ضمانت کی درخواست کا زیر بحث نہ آنا عدلیہ کا کارنامہ ہے۔ سارے آمر عدلیہ کے زور پر حکمرانی کرتے، عدلیہ کے زور پر اپنے سیاسی حریفوں کو نمونۂ عبرت بناتے اور عدلیہ کے زور پر مطلق العنان فرمانروائی کا ناقوس بجاتے ہیں۔ اب اگر یہ رُت بدلی ہے تو اسے بدل جانے دیں۔ پاکستان کے لوگ صرف انصاف مانگتے ہیں اگر 1973ء کا آئین ایک باوردی جرنیل کو صدارتی انتخاب لڑنے کی اجازت دیتا ہے اور اگر دنیا کے کسی بھی چھوٹے بڑے ملک میں یہ دستور ہے تو ٹھیک ورنہ پوری قوت سے فیصلہ دیجئے کہ آئین اس کی اجازت نہیں دیتا۔ فیصلہ دینا آپ کا کام ہے، اس پر عمل درآمد آپ کی ذمہ داری نہیں۔ سیاستدانوں کی حیلہ سازیوں اور چالبازیوں کو انصاف کی کارفرمائی کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت کو یاد رکھنا چاہئے کہ سولہ کروڑ عوام اس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور تاریخ سانس روکے، اس کے فیصلے کی منتظر ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

## امریکہ کے ایک یہودی ربی اور ایک عیسائی دانشور کا

# اعلانِ حق

ثروت جمال اصمعی

اسرائیلی روزنامے ہارٹز کے مطابق پندرہ لاکھ یہودیوں اور نوسو مذہبی تنظیموں کی نمائندگی کرنے والے اتحاد برائے اصلاح یہودیت کے صدر ممتاز یہودی مذہبی رہنما ربی ایرک یوفی نے امریکی میڈیا' سیاست دانوں اور مذہبی گروہوں پر اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو شیطانی عناصر کے طور پر پیش کرنے کا الزام عائد کیا ہے۔ برطانوی خبررساں ایجنسی رائٹرز نے یکم ستمبر کو یہ خبر ان الفاظ میں جاری کی:

> *Haaretz reported that Rabbi Eric Yoffie, the president of the Union for Reform Judiasm, which represents 900 congregations and 1.5 million Jews, "accoused American media, politicians and religious groups of demonizing Islam" and turning Muslims into "satanic figures."*

ربی ایرک یوفی کے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے امریکہ کے سابق وزیر خزانہ پال کریگ رابرٹس نے پانچ ستمبر کو ''کاؤنٹر پنچ'' نامی آن لائن امریکی جریدے میں ''جنونی کون ہیں؟'' (Who are the Fanatics) کے عنوان سے لکھا: ''ربی یوفی یقیناً درست ہیں۔ امریکہ میں معاملے کا صرف ایک رخ دکھایا جاتا ہے۔ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے ایک پوری انڈسٹری تخلیق کر دی گئی ہے۔ اسلام کو غلط رنگ میں' مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑے ممکنہ خطرے کے طور پر پیش کرنے اور امریکیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا خوف اور ان کے خلاف نفرت پیدا کرنے والی کتابوں کی بھرمار ہے...... تھنک ٹینکوں نے بھاری رقوم سے مشرق وسطیٰ کے لیے پروگرام شروع کر رکھے ہیں جن کا مقصد اسلاموفوبیا کا فروغ ہے...... امریکہ میں مسلمانوں سے نفرت کرنا اور ان کے خلاف تشدد کی حمایت کرنا محض قابل قبول نہیں بلکہ بہت سے حلقوں کے نزدیک ضروری ہے''۔ صدر بش کے ایک قریبی مشیر ڈینیل پائپس کا ذکر کرتے ہوئے پال لکھتے ہیں: ''پائپس مسلمانوں کے خلاف نفرت کا پرچار کرنے والوں کے قائد باور کیے جاتے ہیں۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ وہ مسلمانوں کے مسئلے کا واحد حل ان کے خلاف تشدد بتاتے اور اس کی وکالت کرتے ہیں''۔ اسلام کے خلاف طویل جدوجہد پر مبنی چوتھی عالمی جنگ کی تبلیغ کرنے والے "World War IV: The Long Struggle Against Islamofascism" نامی کتاب کے مصنف نارمن پوڈھورٹز (Norman Podhoretz) کا ذکر کرتے ہوئے پال کریگ رابرٹس بتاتے ہیں کہ یہ صاحب یقین رکھتے ہیں کہ ''اسلام کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں یہ اسرائیل کے بین الاقوامی پھیلاؤ کی مخالفت کرتا ہے۔ لہٰذا امریکیوں کو لازماً اسلام کو deracinate کر دینا چاہیے۔ مطلب یہ کہ جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے''۔ سابق امریکی نائب وزیر خزانہ مزید بتاتے ہیں کہ ایسی صورت میں امریکہ کے نیو کنزرویٹوز' عیسائی

> پال کریگ رابرٹس لکھتے ہیں:
> ''اسلام کا خطرہ امریکی میڈیا نے
> پروپیگنڈے کے لیے دکھایا گیا ایک کھلونا
> ہے تا کہ اس کے ذریعے حقیقت سے
> نا آشنا لوگوں کو مشتعل کیا جا سکے۔ لہٰذا
> امریکیوں کو اسرائیلیوں کی خاطر مسلمانوں
> کے خلاف لڑنے کا حکم مل رہا ہے۔''

صیہونی اور بش حکومت کے ذمہ داران مسلمانوں کے خلاف بے لگام تشدد کی راہ پر گامزن ہیں''۔ ''دلیل کی خودکشی: مغرب کے لیے انقلابی اسلام کا خطرہ'' (The Suicide of Reason : Radical Islam's Threat to the West) نامی کتاب کے مصنف لی ہیرس (Lee Harris) کے خیال میں امریکی حکومت مسلمانوں کے ساتھ بہت رعایت برت رہی ہے جس کے وہ ہرگز مستحق نہیں ہیں اور امریکہ نے تحمل اور برداشت کے اسی رویے کو اختیار کیے رکھا تو وہ مسلمانوں کے جنون اور سنگدلانہ تشدد کی حکمت عملی کا مقابلہ کرنے کے لائق نہیں ہو سکے گا۔ پال کریگ رابرٹس کے الفاظ ہیں:

> *"While neoconservatives, Christian Zionists, and the Bush administration embrace unbridled violence against Muslims, Lee Harris warns that America is much too tolerant and reasonable to be able to defend itself against Muslim fanaticism. America's "governing philosophy based on reasons, tolerance, consensus and deliberation cannot defend itself against a [Muslim] strategy of ruthless violence."*

پال کے بقول ''اسلاموفوبیا ایسی بے ہودگیوں اور تضادات سے لبریز ہے''۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر امریکی' دلیل' برداشت اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے پر یقین رکھتے ہیں تو انہیں اپنے ذہنوں کو ایک مدت سے جاری ''مسلم خطرے'' کے زہریلے پروپیگنڈے سے آزاد کر کے معاملات کو دیکھنا چاہیے۔ حقیقی صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ مسلمان مغرب کے لیے نہیں بلکہ اپنے عدم اعتماد کی وجہ سے ایک دوسرے ہی کے لیے خطرہ ہیں۔ عراق میں زیادہ تر لڑائی شیعوں اور سنیوں' اور سنیوں اور کردوں کے درمیان ہو رہی ہے۔ امریکہ کے خلاف ان کی مزاحمت باہمی جنگ کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمان متحد ہوتے تو ان کی ساری قوت امریکہ کی شکست خوردہ فوج کے خلاف استعمال ہوتی اور امریکی افواج عراق سے نکلنے پر مجبور ہو چکی ہوتیں۔ مگر باہمی اختلافات کی وجہ سے وہ امریکی حملہ آوروں سے نفرت کے باوجود امریکیوں سے زیادہ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ پال ایران عرب اختلافات کو بھی مسلمانوں کی کمزوری کا بڑا سبب بتاتے ہیں جس کی بنا پر مسلمان مغرب کے لیے کوئی خطرہ نہیں بن سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیشتر عرب اور مسلم ملکوں اور امریکہ کے پٹھو غیر نمائندہ افراد اقتدار پر قابض ہیں۔ ترکی کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ مسلم ملکوں کی افواج پر امریکی اثرات غالب ہیں' اس لیے ان ملکوں سے امریکہ اور مغرب کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ افغانستان کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قبائل میں بٹے ہوئے اس ملک کو طالبان متحد کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور بش حکومت کی طرف سے افغانستان پر حملے کے پس پردہ یہ خوف بھی موجود تھا کہ کہیں یہ کوشش کامیاب نہ ہو جائے۔ پال کا کہنا ہے کہ ''بش' چینی' نیو کنزرویٹوز اور صیہونیوں کا مسلمانوں کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کہ ''ہمیں ان سے وہاں جا کر لڑنا چاہیے ورنہ وہ ہم سے یہاں آ کر لڑیں گے'' مسلمانوں کی نااتفاقی اور جدید ٹیکنالوجی سے محرومی کے باعث بالکل کھلا دھوکا ہے اور حیرت ہے کہ اس کے باوجود امریکی اس

فریب کا شکار کیسے ہوگئے ہیں۔ پال حق گوئی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کسی حد تک کوئی مسلم خطرہ ہے بھی تو وہ امریکہ اور اسرائیل کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے اسرائیل کے پاس کوئی سیاسی حکمت عملی نہیں، اس کا سارا انحصار تشدد اور جبر پر ہے۔ جبکہ امریکہ عشروں سے مسلم ملکوں کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی پالیسی پر کاربند ہے۔ اپنے آرٹیکل میں پال لکھتے ہیں کہ مسلم ملکوں پر امریکہ نے ایسے حکمرانوں کو مسلط کیے رکھا ہے جنہیں وہ اپنی مرضی کے مطابق چلا سکے اور اس طرح اسرائیلی حکومتوں کی ناجائز خواہشات کی تکمیل کا اہتمام کر سکے۔ اس لیے اگر امریکہ سے نفرت کی جاتی ہے تو نفرت کی یہ فصل امریکہ نے مسلم مشرق وسطیٰ میں اپنے متکبرانہ اور استردادی رویے سے خود کاشت کی ہے۔ اس کے بعد وہ اسلاموفاشزم کی حقیقت یوں بے نقاب کرتے ہیں:

> *"There is no such thing as Islamofascism. This is a coined propaganda word used to inflame the ignorant. There is no factual basis for the hatred that neoconservative Islamophobes instill in Americans. God did not tell America to destroy the Muslims for the Israelis ."*

''اسلاموفاشزم کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ پروپیگنڈے کے لیے ڈھالا گیا ایک ٹکسالی لفظ ہے تاکہ اس کے ذریعے حقیقت سے ناآشنا لوگوں کو مشتعل کیا جا سکے۔ اسلاموفوبیا میں مبتلا کنزرویٹو امریکیوں میں جس نفرت کے بیج بو رہے ہیں اس کی کوئی حقیقی بنیاد نہیں۔ اللہ نے امریکیوں کو اسرائیلیوں کی خاطر مسلمانوں کو برباد کرنے کا حکم نہیں دیا ہے''۔ اس کے بعد ''جنونی کون ہیں'' نامی اس تجزیے میں بتایا گیا ہے کہ ''آج امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف اندھی جہالت پر مبنی یہ نفرت نقطۂ ابال تک پہنچائی جا چکی ہے''۔ اپنے تجزیے کے آخری حصے میں پال کہتے ہیں ''لی ہیرس جن امریکیوں کو اس قدر معقولیت پسند' متحمل مزاج اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے والا باور کرتے ہیں کہ وہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے' ان میں سے بیشتر کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ امریکی قبضے کے دوران دس لاکھ عراقی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے اور تخمیناً چالیس لاکھ عراقی بے گھر ہو چکے ہیں۔ مرنے اور بے گھر ہونے والوں کی تعداد عراق کی کل آبادی کا بیس فیصد بنتی ہے''۔ اس کے بعد وہ پوچھتے ہیں: ''اگر یہ بش حکومت کا جنون' تعصب اور تشدد پسندی نہیں تو پھر کیا ہے؟''...... کاش پاکستان اور عالمِ اسلام کے حکمران بھی یہودی ایرک یونی اور امریکی دانشور پال کریگ رابرٹس کی طرح بش حکومت اور اس کے حامیوں سے یہ سوال پوچھنے کی جرأت کر سکیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

## بقیہ: منبر و محراب

بسا اوقات انسان اپنے خیال میں تو اللہ سے خیر مانگ رہا ہوتا ہے، مگر حقیقت میں شر مانگ رہا ہوتا ہے، اور انسان بڑا عجلت پسند ہے۔ اسے پتا نہیں ہے جو مانگ رہا ہے وہ اس کے حق میں شر ہے یا خیر ہے۔ وہ اپنے خیر اور اپنے شر کو پہچانتا ہی نہیں، وہ چیزوں کے ظاہر کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴾(آیت:11)

''اور انسان جس طرح (جلدی سے) بھلائی مانگتا ہے اُسی طرح بُرائی مانگتا ہے اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے۔''

اب یہ دعا سمٹ کر کہاں آ جائے گی، اس کو بھی نوٹ کر لیجئے۔ دنیا کی کسی چیز کے لیے دُعا نہ کرو، بلکہ دعا مانگو تو یہ مانگو کہ اے اللہ میرے ایمان میں اضافہ کر، اے اللہ ہماری ہدایت میں اضافہ کر، اے اللہ ہمیں اس ہدایت پر استقامت عطا کر، اے اللہ ہمارے علم میں اضافہ کر۔ احادیث میں جو مسنون دعائیں نقل ہوئی ہیں، وہ مانگی جائیں۔ باقی یہ کہنا کہ اے اللہ یوں کر، یوں نہ کر، یہ ہو جائے، وہ ہو جائے، یہ سب اللہ کے حوالے کر دو۔ اس حوالے سے عظیم ترین دعا دعائے استخارہ ہے، جو حضور نے ہمیں تلقین فرمائی۔ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی مسئلہ درپیش ہے مثلاً بچی کا رشتہ آیا ہے، بہتر ہے یا نہیں ہے، اِس کے لئے اپنی حد تک پوری جانچ پرکھ کے بعد اللہ سے دعا کرو، اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دو۔ یہ دراصل تفویض امر الی اللہ ہے۔ اے اللہ میں نے اپنا معاملہ تیرے ہاتھ میں دے دیا۔

آیت زیر بحث میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ مجھے ہی پکارو، میں تمہاری پکار کو سنتا ہوں، تمہاری دُعا کو قبول کرتا ہوں، لیکن دُعا کا ایک تقاضا ہے جو تم نے پورا کرنا ہے۔ وہ کیا ہے؟

﴿فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ (البقرہ:186)

''تو اُن کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک رستہ پائیں۔''

انہیں (میرے بندوں کو) بھی چاہیے کہ میرا حکم مانیں، میرا حکم سنیں۔ اللہ کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ بندے اُس کے دین کو قائم کریں اور اس دین کے معاملے میں متفرق نہ ہوں۔ مسلک میں متفرق ہونے میں کوئی حرج نہیں کہ نماز کے دوران ہاتھ کہاں بندھیں گے، یہ مسلک ہے۔ لیکن سب کا دین ایک ہے۔ دین یہ ہے کہ اللہ حاکم ہے، انسان اُس کا خلیفہ ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام لازم اور واجب التعمیل ہیں۔ جہاں کوئی حکم نہیں ہے، وہاں مشورہ کرو۔ لیکن جہاں اللہ نے کوئی دیا ہے، وہاں اُس حکم کی تعمیل کرو، اللہ کے احکام کو قائم کرو۔ اللہ کی اس پکار پر لبیک کہو، اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے کہ جب تمہیں کوئی ملجا اور ماویٰ نہیں ملے گا۔ تمہارے بارے میں کوئی اللہ سے پوچھ نہیں سکے گا۔ اس دن سے پہلے اللہ کے دین کو بحیثیت نظام زندگی قائم کرو۔ یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ ایمان کا وہ تقاضا ہے جو سورۃ الحجرات میں بیان ہوا ہے، جہاں مومن کی تعریف آئی ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾(آیت 15)

''مومن تو صرف وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، پھر شک میں ہرگز نہ پڑے اور جہاد کیا انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں۔ یہی لوگ اپنے ایمان کے دعویٰ میں سچے ہیں۔''

میری آج کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دن کا روزہ اور رات کا قیام ساتھ ساتھ ہو، کم سے کم تہائی شب قرآن کے ساتھ گزاری جائے۔ جہاں دورۂ ترجمہ قرآن کا اہتمام نہیں ہے وہاں آدمی خود قرآن پڑھے، ترجمہ و تفسیر پڑھے اور قرآن کے ساتھ کم سے کم تہائی رات لگائے۔ اس سے کم وقت پر قیام اللیل کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ ہے صیام و قیام رمضان اور یہ دونوں بالکل برابر کی چیزیں ہیں۔ اس دوگانہ پروگرام کے دو نتیجے ہیں۔ ایک نتیجہ وہ ہے جو آیت 185 (البقرہ) میں آیا﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾صیام و قیام رمضان کا ایک تو یہ ظاہری یہ نتیجہ نکلتا ہے یعنی تکبیر رب اور شکر۔ جب قرآن تمہارے قلب پر اثر انداز ہوگا، اس کی عظمت تم پر منکشف ہوگی، پھر تم اس کا شکر ادا کر سکو گے، جیسے کہ اس کے شکر کا حق ہے۔ یہ تو ہوا خارجی معاملہ، جبکہ داخلی معاملہ دُعا ہے۔ اِس سے تمہاری روح اپنے مرکز کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔ ہمارا نفس امارہ ہمیں پستیوں کی طرف کھینچتا ہے جبکہ ہماری روح ہمیں بلندیوں کی سیر کرانا چاہتی ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتی ہے۔ دعا درحقیقت روزے اور قیام رمضان کا داخلی ثمر ہے۔ یعنی صیام و قیام کے نتیجے میں کچھ پھل تو باہر لگیں گے یعنی اقامت دین کی جدوجہد میں جان اور مال لگے گا، اور ایک پھل اندر دُعا کی صورت میں لگے گا۔ علامہ اقبال نے اپنے لیکچرز میں بڑی پیاری بات کی ہے، وہ یہ کہ ایک ہماری ego ہے جو محدود ہے اور ایک super ego ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ ایک انائے صغیر ہے اور ایک انائے کبیر ہے۔ دعا میں دونوں انائیں روبرو ہوتی ہیں۔ دعا کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ رب کے روبرو ہیں۔ چھوٹی انا بڑی انا سے ہم کلام ہے۔ یہ گویا روحانیت کی بلند منزل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعا کی لذت عطا فرمائے (آمین)

[مرتب: فرقان دانش خان]

❁❁❁❁

### دعائے مغفرت کی اپیل

☆ سید اظہر ریاض (امیر تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کراچی) کی بھانجی وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی شمالی لاہور نمبر 2 (حلقہ لاہور) کے رفیق پروفیسر حافظ محمد اشرف کے والد محترم انتقال کر گئے۔

قارئین سے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے

# ترکی کے اداروں میں اسلامی احیاء کی لہر

سید قاسم محمود

27 مارچ 1994ء کو ترکی کی بلدیات کے انتخابات اسلام اور سیکولرازم کی بنیاد پر ہوئے۔ رجسٹرڈ رائے دہندگان کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ تھی۔ سیکولر جماعتوں کے مقابلے میں رفاہ پارٹی کو بھاری کامیابی ہوئی۔ تمام بڑی بلدیات، جیسے استنبول، انقرہ، سیواس، ارض روم، قونیہ، دیاربکر اور مرعش میں رفاہ پارٹی کے نمائندے کامیاب ہوئے۔ بڑی اہم جماعتوں نے مل کر جتنی بلدیات پر اقتدار حاصل کیا، اُن سے زیادہ تنہا رفاہ پارٹی کے تسلط میں آ گئیں۔ چنانچہ تقریباً 700 بلدیات میں سے 400 بلدیات پر رفاہ پارٹی کا قبضہ رہا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر سیکولر جماعتوں میں کھلبلی مچ گئی، اور انہوں نے مختلف مخالفانہ ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کر دیے۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ ترکی کے ہر دو اشخاص میں سے ایک شخص رفاہ پارٹی کی حمایت کر رہا تھا۔

بلدیاتی انتخابات میں فتح یاب ہونے کے بعد جن بلدیات پر رفاہ پارٹی کو اقتدار حاصل ہُوا، وہاں پارٹی نے حسبِ توفیق اسلامی عدل و نظمِ حکومت کے مطابق منصوبہ بندی کی اور پروگرام بروئے کار لائے گئے۔ اس سلسلے میں حکومت کو کتنی کامیابی ہوئی اور کن مشکلات و مسائل کا انہیں سامنا کرنا پڑا۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پارٹی کے قائد پروفیسر نجم الدین اربکان نے کہا:

”ہم نے جب پچھلے مہینوں میں رفاہ پارٹی کے زیرِانتظام چلنے والی بلدیات کا جائزہ لیا تو ہم نے دیکھا کہ رفاہ کے ذمہ داروں نے اِس مختصر عرصے میں بڑے بڑے منصوبوں کو مکمل کر لیا، جنہیں دیکھ کر ترکی قوم عش عش کر اُٹھی۔ اِس قومی مسرّت و تعظیم کے چار بڑے اسباب ہیں:

1۔ رفاہ پارٹی ہی ترکی قوم کے عقائد کی نمائندہ جماعت ہے۔
2۔ ہماری جماعت ترکی کی قدیم تاریخ اور درخشندہ تہذیب کی نمائندگی کر رہی ہے۔
3۔ اِن بلدیات کے ذمہ داران شب و روز کی مخلصانہ جدوجہد میں مصروف ہیں، جس کا مشاہدہ اِس قوم کا ہر فرد کر رہا ہے۔
4۔ منفعت بخش تمام پروگراموں میں ترکی عوام کو شریک کیا جاتا ہے۔

اسلام پسند رفاہ پارٹی کے برعکس مغرب نواز سیکولر جماعتوں کا رویہ رہا۔ اُن کے تضادات جانے پہچانے ہیں:

1۔ انہوں نے ترکی قوم کے عقائد کے خلاف، حتیٰ کہ خواتین کے سکارف پہننے پر بھی محاذ آرائی کی۔
2۔ اِس ملک کی قدیم تاریخ و تہذیب کے استیصال میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔
3۔ انہوں نے قومی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دی اور فوری مصلحتوں پر ملک کے مستقبل کو قربان کیا۔
4۔ انہوں نے کسی منصوبے میں عوام کو شریک نہیں کیا اور اپنے سرکاری تفوق [illegible] رکھا۔

ان اسباب کی وجہ سے پانچ ماہ کے مختصر عرصے میں اِن بلدیات کی ہر چیز بدل کر رہ گئی۔ ان کی سالانہ آمدنی میں کم از کم دس گنا اضافہ ہُوا۔ اخراجات پر روک لگائی گئی اور عوامی دولت کے غلط استعمال کا سختی سے محاسبہ کیا گیا جو پچھلی حکومتوں کے لیے ناقابلِ تصور اور ناممکن العمل تھا۔

> سیانسو چیلر نے کہا:
> ”امریکا ہمیں مالی امداد دینے اور قرضے فراہم کرنے پر مجبور ہے، کیونکہ بصورتِ دیگر رفاہ پارٹی اقتدار میں آ جائے گی، پھر ترکی کی مسلمان افواج ویانا کی فصیلوں اور پیرس کے دروازوں پر دستک دے رہی ہوں گی۔“

یہاں ترکی میں رفاہ پارٹی کی بلدیاتی کارگزاری اور کامیابی کی چند ایسی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جو پاکستان کے ناظمین بلدیات کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتی ہیں۔

## انقرہ میں بس کمپنی میں منافع

انقرہ میں اُس وقت تقریباً بارہ سو سرکاری بسیں چلتی تھیں، لیکن ماضی میں اُن سے آمدنی کی بجائے خسارہ ہوتا رہا تھا۔ رفاہ پارٹی نے بس کمپنیوں میں جاری لوٹ کھسوٹ اور کرپشن کا سدِّباب کیا اور پانچ مہینوں میں حالات کو اپنے قابو میں کر کے خسارہ پلٹا کر نفع میں بدل دیا، بلکہ پچھلا قرضہ بھی اتارا گیا۔

## استنبول میں پانی کی فراہمی

بلدیہ استنبول کے پچھلے ناظمین نے ایک فرانسیسی کمپنی سے معاہدہ کر رکھا تھا اور صرف مشورے کی قیمت دس ملین ڈالر چکائی تھی۔ آٹھ ماہ گزرنے کے باوجود کوئی پیش رفت نہ ہوئی تھی۔ رفاہ پارٹی نے برسرِاقتدار آتے ہی فرانسیسی کمپنی کا معاہدہ منسوخ کیا اور اس سلسلے میں جو خرد بُرد تھی، اُس کی تحقیقات کرائیں اور بدعنوان لوگوں کو سزائیں دی گئیں، اور چند مہینوں کے اندر اخراجات میں خاصی کمی کی گئی اور پانی کی فراہمی تیز تر کی گئی۔ اسی طرح بلدیہ کی صفائی اور کوڑے کرکٹ کا مسئلہ بھی خاصا سنگین رہا ہے۔ استنبول شہر جس میں بارہ ملین سے زیادہ آبادی کی صفائی پر کافی اخراجات آتے ہیں۔ رفاہ پارٹی نے کوڑے کرکٹ کو کسی مفید کام میں قابلِ استعمال بنانے کے لیے ایک کارخانہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا (جواب پوری گنجائش اور رفتار سے کام کر رہا ہے)

## بنیادی ضرورت کی اشیاء

اُس وقت اشتراکیت اور سرمایہ داری کی بحث پوری دنیا کے اہلِ فکر میں جاری تھی، اور ایک تیسرا راستہ اسلامی اقتصادی نظام کی طرف بھی کھلا ہُوا تھا، لیکن اُس پر بہت کم باتیں ہوتی تھیں لیکن رفاہ پارٹی نے، جو اسلام کے عادلانہ نظام کی دعوے دار تھی، میسر قانونی دفعات اور امکانات و وسائل کے مطابق بلدیاتی اداروں کے ذریعے نظامِ عدل کی متعدد اساسیات کے نفاذ میں کامیابی حاصل کی، مثال کے طور پر روٹی، گوشت اور سبزیوں کی وافر مقدار میں فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔ تاجر برادری نے اِن اشیا کی جو قیمتیں مقرر کیں، رفاہ پارٹی کی بلدیات (یوٹیلٹی سٹورز) میں ایک تہائی قیمت پر مہیا کی گئیں۔ روٹیوں کے ایک پیکٹ کی قیمت چھ ہزار لیرا تھی، جبکہ رفاہ پارٹی کی بلدیات میں اِن کی قیمت دو ہزار لیرا فی پیکٹ مقرر کی گئی۔

## بیرونی امداد اور قرضے

یہ سوال ترکی ہی نہیں، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام ملکوں پر عائد ہوتا ہے اور اس سوال نے شدت اختیار کر لی ہے کہ مغرب کی غلام یہ حکومتیں اتنے قرضے اور امداد کیوں لیتی ہے جن سے اُن کی آزادی اور خودمختاری گھٹ کر غلامی کی حدود میں داخل ہو چکی ہیں؟ پھر یہ قرضے اور امداد صحیح جگہوں پر خرچ ہونے کی بجائے سرکاری دفاتر، عمارات اور اُن کی تزئین اور آرائش اور افسروں کے اللے تللے پر کیوں صرف

کرتی ہیں؟ وہ اپنے اداروں کی ترقی کے لیے ہر وقت مغرب کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلائی رکھتی ہیں اور اُنہیں اِس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ ملک کا انجام کیا ہوگا۔ وہ نوٹ پہ نوٹ چھاپتی چلی جاتی ہیں جن سے کرنسی کی اصل قدر گھٹتی جاتی ہے اور اقتصادیات اوپر اوپر سے خوشحال نظر آتی ہے اور اندر سے کھوکھلی ہوتی جاتی ہے۔

بالکل یہی صورتِ حال ترکی کو بھی پیش آتی رہی ہے، جبکہ سیکولرازم اور اسلام کے کشمکش نے وہاں کی اقتصادی پوزیشن کو مضمحل کر رکھا ہے۔ سیکولر مزاج کی وزیراعظم محترمہ تانسو چیلر نے امریکا کا دورہ کیا تو اُنہوں نے ایک اجلاس میں تقریر کی: ''امریکا ہمیں مالی امداد دینے اور قرضے فراہم کرنے پر مجبور ہے، کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ بصورتِ دیگر رفاہ پارٹی تاک میں لگی ہوئی ہے۔ اگر ہم اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہے تو رفاہ پارٹی اقتدار میں آ جائے گی، اور آپ خوب جانتے ہیں کہ وہ ایک مذہبی جماعت ہے اور ترکی میں مذہبی جماعت کے برسرِاقتدار آنے کا مفہوم آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ پھر ترکی کی مسلمان افواج ویانا کی فصیلوں اور پیرس کے دروازوں پر دستک دے رہی ہوں گی۔''

مغرب کو اسلام سے خوف زدہ کر کے امداد اور قرضے حاصل کرنے کا یہ انوکھا طریقہ مغرب نواز غلام حکومتوں نے اختیار کر رکھا ہے (آج کل جنرل پرویز مشرف امریکا کو یہی ڈراوا دے رہے ہیں کہ میرے بعد روشن خیال اور اعتدال پسند پارٹی کے بجائے مذہبی جماعتوں کے برسرِاقتدار آنے کا اندیشہ ہے، جسے دُور کرنے کے لیے امریکا جنرل پرویز مشرف اور پیپلز پارٹی کے چیئر پرسن بے نظیر بھٹو میں مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے)۔

ایک اور مثال پیش ہے۔ محترمہ تانسو چیلر نے اپنے فرانس کے دورے میں ''اسٹریٹجک اسٹڈیز انسٹی ٹیوٹ'' میں لیکچر دیا، جس میں پارلیمنٹ کے اراکین اور سیاست دان اور تجزیہ نگار صحافیوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ لیکچر کے اختتام پر ایک صحافی نے سوال کیا کہ آپ کا کہنا ہے کہ اگر فرانس نے ہمیں مالی امداد نہ دی تو رفاہ پارٹی ترکی میں برسرِاقتدار آ جائے گی۔ بالفرض اگر ایسا ہُوا تو کیا ترکی کی سیکولر فوج رفاہ پارٹی کے خلاف فوجی انقلاب برپا نہیں کرے گی، جیسا کہ الجزائر میں اسلام پسند عوام کے خلاف ہو چکا ہے۔ اِس کے جواب میں محترمہ چیلر نے فرمایا: ''ترکی فوج ایک بنیادی اور اہم سبب کی بناء پر ایسا نہیں کرے گی۔ وہ یہ کہ ترکی کے حالات الجزائر کے حالات سے مختلف ہیں دوسرے یہ کہ ترکی فوج جمہوریت کی تائید وحمایت کرتی ہے، اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ ترکی میں جب بھی فوج نے اقتدار سنبھالا، حالات کے قابو میں آتے ہی وہ بیرکوں میں واپس چلی گئی اور سیاسی معاملات کو قومی نمائندوں کے حوالے کر دیا۔''

اُن کی اِس تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر نجم الدین اربکان نے، جو اُس وقت حزبِ اختلاف میں تھے، فرمایا: ''محترمہ چیلر کے پیش نظر پہلی حقیقت یہ تھی کہ ترکی میں جن فوجی کمانڈروں نے اقتدار پر قبضہ کیا، فوجی انقلاب کے خاتمے پر عوام کے اندر سے اُن کی دہشت ختم ہوگئی اور اُن کے لیے محبت کے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے اور باوردی فوجی عوام کے اندر چلنے پھرنے کے بھی قابل نہ رہے۔ اس کی نمایاں مثال یہ ہے کہ 1960ء میں جو فوجی انقلاب آیا تھا، اُس کے سربراہوں کی زندگی بعد میں اجیرن ہوگئی، اور قاضی سالم پاشا، جس نے وزیراعظم مندریس کو پھانسی کی سزا دلوائی تھی، وہ عوام کے غیض وغضب اور نفرت وحقارت کا نشانہ بنے بغیر نہ رہ سکا۔ قاضی صاحب کے لیے گھر سے باہر نکلنا دوبھر ہو گیا جس پر سرکاری سیکیورٹی گارڈ متعین تھے۔ چنانچہ ہمارے فوجی جرنیلوں کو اِس مسئلے کی سنگینی اور اثرات کا پورا احساس ہے۔''

''محترمہ چیلر کو جس دوسری حقیقت کا اچھی طرح ادراک ہے، وہ یہ ہے کہ 27 مارچ 1994ء کے گزشتہ بلدیاتی انتخابات میں عجیب وغریب نتائج کا ظہور ہوا۔ وہ علاقے اور شہر جہاں فوجی افسروں کی رہائش تھی، اور جن کو فوجی چھاؤنیاں کہنا چاہیے اُن میں رفاہ پارٹی کے نمائندے کامیاب ہوئے۔ اُن شہروں میں جہاں نیوی کے افسر بڑی تعداد میں رہتے ہیں، انہوں نے ہمارے نمائندوں کو کامیاب کرایا۔ اسی طرح جن شہروں میں ایئر فورس کے افسر رہائش پذیر ہیں، جیسے قونیہ، سنجان اور انقرہ، وہاں رفاہ پارٹی کو بڑے پیمانے پر ووٹ ملے۔ استنبول، توزلا، سمندرہ اور کارٹل کے علاقے جہاں آرمی کے افسر رہتے ہیں، وہ رفارہ پارٹی کی فتح وکامرانی کے حلقے ثابت ہوئے۔ ان حقائق کے پیش نظر جن کا محترمہ چیلر اور سیاسی تجزیہ نگاروں کو اچھی طرح احساس ہے، یہ اشارہ ملتا ہے کہ ترکی فوج کو ملک کے مفاد کے سوا کوئی چیز عزیز نہیں ہے اور وہ آزادی اور جمہوریت کا احترام کرتی ہے کہ اسی سے ملک کی سالمیت اور خوشحالی وابستہ ہے۔ ترکی فوج کو قوم کے خلاف تیار کرنا، جیسا کہ تیسری دنیا کے متعدد ملکوں میں ہو رہا ہے، بڑے خسارے کا سودا ہوگا، کیونکہ ترکی کا اپنا تشخص ہے، اسی لیے ترکی فوج رفاہ پارٹی کے برسرِاقتدار آنے سے دلچسپی رکھتی ہے اور مسلمان ترک عوام بھی اُسی دن کے منتظر ہیں اور خود مغربی لیڈروں کو بھی اسی کا انتظار ہے۔

پروفیسر نجم الدین اربکان کے طویل انٹرویو کے اِس اقتباس سے، جہاں ترکی سیاست کے موجودہ نشیب وفراز اور رفاہ پارٹی کی خدمات اور کارناموں پر روشنی پڑتی ہے، وہیں ترکی میں ابھرنے والی اسلامی احیا کی تحریک کے واضح آثار و شواہد ملتے ہیں۔ اس سے اِس امر کی نشان دہی ہوتی ہے کہ ترکی میں اسلام پسند رہنما خواہ پروفیسر اربکان ہوں یا طیب اردگان اپنے اپنے انداز میں اعتدال، توازن اور معقولیت اور دُور اندیشی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور وہ حکمت وفراست کے ساتھ اسلامی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔ (جاری ہے)


## اہم اطلاع

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' لاہور کا آئندہ شمارہ

**دعوت دین نمبر** ہوگا (ان شاء اللہ)

**اس خصوصی اشاعت میں**

دعوت الی اللہ کی حقیقت، داعی اعظمؐ قرآن کی نظر میں، اولوالعزم انبیاءؑ کی تبلیغ دین، شہادت علی النّاس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزیمت کے واقعات، داعی کے اوصاف اور ہم دعوت کیسے دیں، ............ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ

مرتب: مرزا ندیم بیگ

ہفت روزہ ندائے خلافت 36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 03-5869501

E-mail: publications@tanzeem.org

قارئین یہ بھی نوٹ فرمالیں ندائے خلافت کا عملہ اس خصوصی شمارہ کی تیاری میں شب وروز مصروف ہے، لہٰذا آنے والے معمول کے ایک شمارہ کا ناغہ ہوگا۔ (ادارہ)

# عدلیہ اپنا کام کرے

عرفان صدیقی

پٹڑی سے اُترے ہوئے معاشروں اور کھونٹے سے اکھڑے ہوئے اداروں کو پوری طرح سنبھلنے، صراطِ مستقیم پہ آنے اور پوری توانائی کے ساتھ اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہونے میں برس ہا برس لگ جاتے ہیں۔ ان کی کیفیت تلاطم خیز موجوں سے کھیلتی کشتی کی سی ہوتی ہے، جسے ساحل تک پہنچنے میں کتنے ہی غوطے کھانے پڑتے ہیں۔ اگر ملاح ہُنر مند ہو تو وہ ہمت سے کام لیتے ہوئے گردابِ بلا سے نکل آتا ہے اور اگر وہ تھک ہار جائے تو ایک معمولی سی شوخ و شنگ لہر بھی اُسے نگل لینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

پاکستان ساٹھ برس سے اسی آشوب میں مبتلا ہے۔ اُس کے ادارے اپنا اعتبار گنوا چکے ہیں، اس کا سیاسی ڈھانچہ بے پتوار کی کشتی بن چکا ہے اور اس کا آئینی و قانونی نظم مسلسل ہچکولے کھا رہا ہے۔ پاکستان کو اس کیفیت سے دوچار کرنے کے بیسیوں عوامل ہیں لیکن بنیادی سبب یہ ہے کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ نے کبھی زندگی اور بیداری کا ثبوت نہ دیا۔ گورنر جنرل غلام محمد سے جنرل پرویز مشرف تک، ہر غیر آئینی اقدام کو ایک مکروہ تصورِ قانون کے تحت سندِ توثیق عطا کی جاتی رہی جسے ''نظریۂ ضرورت'' کہا جاتا ہے۔ اس نظریے نے ہماری عدلیہ کو سہل انگار ہی نہیں منہ زور طاقتوں کا اطاعت گزار بنا دیا اور ساٹھ سالہ قومی تاریخ کے کسی بھی مرحلۂ شوق میں وہ پورے بانکپن کے ساتھ آمروں کی راہ میں مزاحم نہ ہوئی۔ عدلیہ کی اس روش نے آمریت کو بال و پر فراہم کئے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ چھ دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی پاکستان پر ایک فوجی جرنیل حکومت کر رہا ہے اور وہ بضد ہے کہ اُسے وردی سمیت صدارتی انتخاب لڑنے کا حق بھی حاصل ہے۔

عدالتِ عظمیٰ کے 9 رکنی بنچ کے سامنے جنرل مشرف کے دوعہدوں کے حوالے سے متعدد پٹیشنز زیرِ سماعت ہیں۔ ان پر عدالتی فیصلہ یا فیصلے عنقریب آجائیں گے لیکن وکلا کی بحث کے دوران عزت مآب جج صاحبان جس طرح کے ریمارکس دے رہے ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سیاسی بدنظمی، انتشار اور عدمِ استحکام کی تمام تر ذمہ داری سیاسی جماعتوں کے سر ڈال رہے ہیں۔ کہا گیا کہ ''سیاسی جماعتیں کیوں معاہدے کر کے آمریت کو تقویت دیتی اور پھر عدالتوں کے پاس آجاتی ہیں۔'' ''عوام آٹے کو ترس رہے ہیں اور کچھ سیاستدان اب بھی ''آمروں'' سے شرکت اقتدار کی باتیں کر رہے ہیں۔'' ''پارلیمنٹ اپنا بوجھ عدالتوں پر کیوں ڈال رہی ہے۔'' ''سیاستدان ہر معاملہ عدالتوں میں ہی کیوں لے آتے ہیں۔'' اس نوع کے تند و تیز ریمارکس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عدالتِ عظمیٰ کے عالی مرتبت جج صاحبان، سیاستدانوں کو ہی تمام خرابیوں کا ذمہ دار سمجھتے ہیں جنہوں نے وطن عزیز کو اس حال تک پہنچا دیا ہے اور تمام گناہ اُنہی کے نامۂ اعمال کا حصہ ہیں۔

> سیاستدانوں کی [illegible] اور چالبازیوں کو انصاف کی کارفرمائی کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہئے۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت کو یاد رکھنا چاہئے کہ سولہ کروڑ عوام اس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور تاریخ سانس روکے، اس کے فیصلے کی منتظر ہے

مسندِ انصاف پہ بیٹھے جج صاحبان کے تمام تر ادب و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بصد ادب گزارش ہے کہ یہ تاثر پوری طرح درست نہیں۔ بلا شبہ سیاستدانوں نے انتہائی ناقابلِ رشک کردار ادا کیا ہے۔ اگر وہ ڈکٹیٹروں کا دست و بازو نہ بنتے تو کسی کو بھی یہاں قدم جمانے اور جمہوری عمل کو زک پہنچانے کی جرأت نہ ہوتی۔ آج بھی قومی بحران کا بڑا سبب یہی ہے کہ سیاستدانوں کا ایک گروہ ایک فوجی حکمران کے گرد ارادت مندوں کی طرح حلقہ جمائے بیٹھا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ وہ اب بھی صدر مشرف کو وردی سمیت مزید پانچ برس کے لئے سربراہِ مملکت چنے گا۔ کاسہ لیسوں، ضمیر فروشوں اور دسترخوان کے حریصوں نے ملک کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ بجا کہ ایم ایم اے نے آئین کی رگوں میں سترھویں ترمیم کے جراثیم بوئے۔ بجا کہ ڈرے سہمے اور مفادات کے اسیر سیاستدانوں نے ایک آمر کو تقویت دی، لیکن سارے گناہ اُن کے سر تھوپ دینا تقاضائے انصاف نہیں۔ عدلیہ کو بھی اپنے ساٹھ سالہ ماضی کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ جنرل ایوب خان، جنرل یحییٰ خان، جنرل محمد ضیاء الحق اور جنرل پرویز مشرف میں سے ہر ایک کو عدالتوں نے سندِ توثیق پہلے عطا کی اور سیاستدان بعد میں آمروں کی دست بوسی کے لئے قطار اندر قطار اُمڈ آئے۔ مٹھائیاں کس نے بانٹیں، اس کے لئے اخبارات کے فائل کھنگالنے پڑیں گے۔ تازہ ترین جرنیلی بندوبست کی کہانی تو سب کے سامنے ہے۔ عدالتِ عظمیٰ کے چھ جج صاحبان نے چیف جسٹس سمیت، فوجی ٹیک اوور کی بیعت سے انکار کر دیا اور ''عزتِ سادات'' کی پُلچی بغل میں داب کر گھروں کو چلے گئے۔ لیکن وہ کون تھے جنہوں نے آئین کے واضح آرٹیکلز اور اس کی ایک خونخوار شق کو نظر انداز کرتے ہوئے دو تہائی اکثریت کی حامل جمہوری حکومت کے قتل کو روا قرار دیا؟ عالی مرتبت جج صاحبان سیاستدانوں کو مطعون کر رہے ہیں کہ وہ پہلے الٹی سیدھی ترمیمیں کرتے اور پھر عدالتوں میں چلے آتے ہیں لیکن مائی لارڈز! سیاستدانوں کے اس ''گناہ کبیرہ'' سے بھی پہلے کس نے جنرل پرویز مشرف کو یہ اختیار عنایت فرمایا کہ وہ اپنے نام نہاد ایجنڈے کے لئے آئین پاکستان میں من مانی ترامیم کر لیں۔ یہ اختیار تو عدلیہ سے مانگا ہی نہیں گیا تھا۔ اُس نے خود ایک مادرِ مشفق کی طرح سب کچھ ایک جرنیل کی جھولی میں ڈال دیا۔ جب آئین و قانون کا محافظ اور عدل و انصاف کا نگہبانِ معتبر قومی ادارہ ایک غیر آئینی اقدام کے مرتکب شخص پر اتنا مہربان ہو تو اقتدار کے بھوکے سیاستدان کیوں واری صدقے نہیں جائیں گے؟ اگر عدلیہ کسی ایک بھی آمر کے سامنے ڈٹ جاتی اور اُس کے اقدام کو غیر آئینی قرار دینے کا حوصلہ پیدا کر لیتی تو سیاست کے کھیت میں تاحدِ نظر سورج مکھی کی فصل نہ لہلہا رہی ہوتی۔ فوجی ٹیک اوور، ریفرنڈم، ایل ایف او، سترھویں ترمیم اور صدارتی انتخاب کے غیر آئینی طریق کار میں اگر سیاستدان آلۂ کار بنے تو کیا عدلیہ نے بھی ان تمام اقدامات کو خلعتِ جواز نہیں پہنائی؟

9 مارچ کا سورج ایک نئے مستقبل کی نوید لے کر طلوع ہوا۔ 20 جولائی کے فیصلے نے سارا منظر تبدیل کر دیا۔ یہ رعونت شعار آمریت کی پہلی شکست اور عدلیہ کی پہلی واضح فتح تھی۔ اس فتحِ مبین کے لئے وکلاء اور (باقی صفحہ 12 پر)

## تنظیم اسلامی لاہور وسطیٰ کا نصف روزہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی لاہور وسطیٰ میں نصف روزہ تربیتی اجتماع کے انعقاد کی روایت کم وبیش بارہ سال پرانی ہے۔ تسلسل سے ہر ماہ منعقد ہونے والے اس اجتماع (ماہ اگست 2007ء) کا موضوع ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' تھا۔ اجتماع کی ابتدا تلاوت قرآن حکیم سے ہوئی۔ بعدازاں جناب شکیل احمد نے انہی آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی۔ جناب مبارک گلزار نے ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا جو بہت معلوماتی اور دلچسپ تھا۔ مذاکرے میں سے جو باتیں کھل کر سامنے آئیں، وہ یہ تھیں کہ صرف ذاتی نیکی نجات اخروی کے لئے کافی نہیں، بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور غلبہ دین حق کی جدوجہد بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اور اس جدوجہد کے ضمن میں ہمارے لیے اسوہ نبی اکرم ﷺ کا منہج انقلاب ہے۔ جناب شیخ نفیس نے درس حدیث دیا۔ جناب نثار احمد نے ''منہج انقلاب نبوی ﷺ اور صحابہؓ کا کردار'' کے موضوع پر گفتگو کی اور رسولؐ انقلاب کا طریقۂ انقلاب بیان کیا۔

مرکزی ناظم دعوت جناب حسن ظہیر نے ''اقامت دین کی جدوجہد میں انفرادی کردار کی اہمیت'' پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں عفو ودرگزر، شفقت ورحم دلی اور عجز وانکساری جیسے اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے ہوں گے۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح اپنے آپ میں تبدیلی پیدا کی ہمیں اس کو اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہئیں کہ ہمارا ایمان قانونی ہے یا حقیقی، اور اس کا ذریعہ بھی قرآن حکیم ہے۔ قرآن مجید کھول کر اس میں غور وفکر کریں اور دیکھیں، کیا ہم جان ومال سے جہاد فی سبیل اللہ کر رہے ہیں، اگر کر رہے ہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں، اور مزید کی اللہ سے توفیق مانگیں اور اگر کمی کوتاہی ہے تو سچی توبہ کریں اور پھر اصلاح عمل کے لئے کمر ہمت کس لیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس اصل دولت وقت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اسے اللہ کے دین کی اقامت کے لئے لگائیں۔

آخر میں امیر وسطیٰ تنظیم لاہور جناب مجیب الرحمٰن قریشی نے اختتامی کلمات ادا کئے اور اعلانات کئے۔ نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی اور دوپہر کے کھانے کے بعد یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد راشد)

## حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

حلقہ سرحد شمالی میں تناظیم کی سطح پر ماہانہ اور حلقہ کی سطح پر سہ ماہی شب بیداری پروگرام ہوتا ہے، جس میں تمام حلقہ جات سے رفقاء شامل ہوتے ہیں۔ یہ مہینے کے پہلے ہفتے کے دن نماز عصر سے شروع ہو کر اگلی صبح نماز اشراق تک جاری رہتا ہے اور پھر ذمہ داران کی سہ ماہی مشاورت پر ختم ہو جاتا ہے۔

اس دفعہ یہ پروگرام حلقہ کے مرکز میں یکم ستمبر 2007ء کو بروز ہفتہ منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز قاری شاہ زرین کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدازاں امیر حلقہ جناب محمد فہیم خان نے رفقاء واحباب کو خوش آمدید کہا، اور فرائض دینی کے جامع تصور کی وضاحت کی۔ جناب حافظ احسان اللہ نے ''رمضان اور قرآن'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ روح اور جسم کی غذا الگ الگ ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ جسم کی غذا کا تو پورا سال خیال رکھتے ہیں لیکن روح کے بارے میں ہم غفلت کا شکار ہوتے ہیں جس سے وہ کمزور ہو جاتی ہے۔ روح کو طاقتور بنانے کے لئے رمضان میں دن کے روزے اور رات کے قیام کا متوازی پروگرام عطا کیا گیا ہے۔ رات کو قرآن سننے کے لئے کھڑا ہونا اور سننا دراصل روح کو غذا فراہم کرنا ہے۔ روزے کا مدعا حصول تقویٰ بتایا گیا ہے اور تقویٰ کی بدولت قرآن کو سمجھنا اور اس سے ہدایت اخذ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ نماز مغرب کے بعد دوسرے مہمان مقرر جناب قاضی فضل حکیم نے جو حلقہ سرحد جنوبی سے خصوصی دعوت پر آئے تھے، ''مومن کا اصل ہتھیار'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔

انہوں نے کہا کہ مومن کا اصل ہتھیار کردار ہے، جس سے اُس نے ہر زمانے میں لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کیا ہے اور اب بھی اس سے تیر بہدف کا کام لیا جا سکتا ہے۔ نماز عشاء کے بعد درس حدیث میں جناب شوکت اللہ شاکر نے توبہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا تھا، جس کا موضوع تھا ''تنظیم اسلامی اور نظم کی پابندی''۔ ذمہ داران نے باری باری نظم کے حوالے سے بات کی۔ بعدازاں اس ضمن میں رفقاء نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کئی مفید تجاویز سامنے آئیں۔

اگلی صبح قاضی فضل حکیم نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے عظمت قرآن پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کی عظمت کا محض زبان سے اعتراف کافی نہیں، بلکہ اس کا عملی تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ قاضی صاحب کے بیان کے بعد حفظ وتجوید کے لئے رفقاء کی ٹولیاں بنائی گئیں تاکہ تلاوت قرآن میں کی جانے والی غلطیوں کی نشاندہی ہو سکے۔ بعدازاں مسنون دعائیں یاد کرائی گئیں۔

امیر حلقہ نے اپنے اختتامی خطاب میں رفقاء اور احباب کا شکریہ ادا کیا اور انہیں فکر تنظیم کو واز بر کرنے، نظم کی پاسداری اور حلقہ قرآنی کے ذریعے احباب کو دعوت کی تلقین کی۔

(مرتب: احسان الودود)

## بقیہ اداریہ

اور ربط قائم ہی نہیں کیا جو اللہ سے مدد حاصل کرنے کے لئے لازم ہے۔ بہرحال امریکیوں سے اس جنگ میں ایک ہمالائی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ جنگی ماہرین کے مطابق جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے جارح کے لئے صحیح وقت اور صحیح مقام کا انتخاب ناگزیر ہے۔ امریکہ نے صحیح وقت لیکن غلط مقام کا انتخاب کیا۔ وقت کی اہمیت یہ ہے کہ صبح کے وقت کوّا اُلّو پر حاوی رہتا ہے اور وہی اُلّو رات کے وقت کوّے پر غالب آتا ہے اور مقام کی اہمیت کا معاملہ یہ ہے کہ اگر مگرمچھ ساحل کے قریب خشکی پر آ جائے تو شیر اُسے چیر پھاڑ دیتا ہے اور شیر اگر تھوڑا سا بھی پانی میں اتر جائے تو موقع کی تلاش میں مگرمچھ اُس کا سر یوں اپنے جبڑے میں جکڑتا ہے کہ زندہ بچ نہیں نکلتا۔ افغانستان اور عراق میں امریکہ کی کامل سرخروئی تقریباً ناممکن ہے۔ جب برطانوی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا، تب بھی برطانیہ افغانستان پر مکمل کنٹرول نہ حاصل کر سکا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان حکمران اپنی ذات سے بلند ہو کر مسلم اُمہ کا سوچیں۔ عوام منظم اور متحد ہو جائیں اور صحیح معنوں میں اللہ کی بندگی اختیار کریں۔ آیئے! اس رمضان المبارک میں عہد کریں کہ ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے اللہ ناراض ہو۔ اللہ کی مدد یقیناً اترے گی اور فتح ونصرت مسلمانوں کے قدم چومے گی۔ دشمنان اسلام کی تمام منصوبہ بندی خاک میں مل جائے گی۔ شرط صرف ایک ہے کہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اللہ سے تعلق اُستوار کیا جائے۔ پھر اس تعلق کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے ہم ڈٹ جائیں، سینہ سپر ہو جائیں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں۔ ہماری دنیوی اور اُخروی نجات کا یہی واحد راستہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ 12 ستمبر ظالموں اور اسلام دشمنوں کے تابناک مستقبل کا پہلا دن نہیں ہوگا بلکہ یہ دن اُن کی تباہی وبربادی اور نیست ونابود ہونے کے عمل کے آغاز کا دن ثابت ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

## مسلم دشمن جملے

نیویارک میں حکمران جماعت، ریپبلکن پارٹی کے ایک رہنما پیٹر کنگ کے مسلم دشمن جملوں سے امریکا میں مقیم مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی ہے۔ موصوف نے ایک پروگرام کے دوران کہا ''امریکا میں بہت زیادہ مسجدیں ہوگئی ہیں۔ وہاں انتہا پسندی کے جراثیم پلتے ہیں۔'' امریکی مسلمانوں کی نمایاں تنظیم دی کونسل آن امریکن اسلام ریلشنز نے بش حکومت سے اپیل کی ہے کہ ''اسلاموفوبیا'' رکھنے والے پیٹر کنگ کو پارٹی سے نکال دیا جائے۔

## افغانستان کالٹمس ٹیسٹ

امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے کہا ہے کہ افغانستان نیٹو کے لیے ''لٹمس ٹیسٹ'' کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر اتحاد وہاں جمہوریت کی بنیادیں رکھنے میں کامیاب نہ ہوا، تو ہم سب کو انتہائی خفت اٹھانا پڑے گی۔ اب یہ مستقبل ہی بتائے گا کہ موصوف کا خدشہ درست ثابت ہوتا ہے یا غلط۔ فی الوقت نیٹو نے طالبان اور حکومت مخالف قبائل کے خلاف سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔ طالبان نے بھی نیٹو افواج پر شدید حملے کرنے کا عندیہ دیا ہے۔

## ایران کو جھکایا نہیں جا سکتا

ایرانی صدر احمدی نژاد نے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ ایران پر چاہے کیسی بھی پابندیاں لگا دی جائیں، حکومت ایٹمی منصوبہ ترک نہیں کرے گی۔ تقریب کے دوران ملٹری پریڈ کر کے اپنی فوجی طاقت کا مظاہرہ کیا گیا۔ یاد رہے، آج کل پھر مغربی ذرائع ابلاغ میں یہ خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ امریکا ایران پر حملہ کرنے والا ہے۔

## رام کا کوئی وجود نہیں

ہندی دیومالا کے مطابق جب راون رام کی بیوی سیتا کو اغوا کر کے سری لنکا لے گیا، تو وہ اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس وقت ہندوستان اور سری لنکا کے درمیان سمندری پٹی پر بندروں نے پتھروں اور مٹی کی مدد سے ایک پل بنا ڈالا، تاکہ رام اس پر چل کر سری لنکا پہنچ سکے۔ یہ پل ''آدم کا پل'' بھی کہلاتا ہے کیونکہ کچھ مسلمانوں کا خیال ہے کہ حضرت آدمؑ اس پر چل کر سری لنکا گئے تھے۔

دو تین ماہ قبل بھارتی حکومت نے یہ منصوبہ بنایا کہ اس پل کو ختم کر دیا جائے، تاکہ سمندری سفر چھوٹا ہو سکے۔ ابھی تجارتی و مسافر جہازوں کو پورا سری لنکا گھوم کر آنا جانا پڑتا ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق پل ختم کرنے سے سفر ''30 گھنٹے'' کم ہو جائے گا۔

لیکن جب انتہا پسند ہندوؤں کو اس منصوبے کی اطلاع ملی، تو وہ حکومت کے خلاف مظاہرے کرنے لگے۔ سپریم کورٹ کے حکم پر ماہرین آثار قدیمہ نے یہ رپورٹ پیش کی ''ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ کسی رام دیوتا کا وجود تھا، لہٰذا یہ پل بندروں کا بنایا ہوا نہیں بلکہ بارہ سے تیس ہزار سال قبل قدرتی طور پر وجود میں آیا۔

اسی دوران ریاست تامل ناڈو کے وزیر اعلیٰ کے کرونندھی نے برسر عام یہ اعلان کیا کہ رام ایک جھوٹا دیوتا ہے، وہ کوئی وجود نہیں رکھتا۔ اس بیان پر قریبی ریاست کرناٹک کے انتہا پسند اتنے مشتعل ہوئے کہ انہوں نے وزیر اعلیٰ کی بیٹی کے گھر حملہ کر دیا جبکہ ایک بس جلا ڈالی۔ یوں دو آدمی جل کر مر گئے۔

انتہا پسند ہندوؤں کے اس ڈرامے کو مغربی ذرائع ابلاغ نے کوئی اہمیت نہیں دی کیونکہ اس کے نزدیک صرف مسلمان انتہا پسند ہے۔ دنیا کی باقی ہر قوم بڑی پُرامن ہے۔ یہ واقعہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی ذرائع ابلاغ کے پروپیگنڈے کا پول کھولنے کے لیے کافی ہے۔

## ایران نے بھارت کو خبردار کر دیا

ایرانی وزیر تیل غلام حسین نوزیری نے بھارت کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس نے گیس کی پائپ لائن کے سلسلے میں دلچسپی نہ لی، تو صرف پاکستان کو گیس فراہم کر دی جائے گی۔ یاد رہے کہ امریکی دباؤ کی وجہ سے بھارتی ایرانیوں کے ساتھ اس پائپ لائن کی تعمیر کا معاہدہ کرنے سے کترانے لگے ہیں۔ اس پائپ لائن کے ضمن میں 1994ء سے مذاکرات ہو رہے ہیں لیکن تکنیکی اور تجارتی موضوعات پر اختلافات کے باعث یہ منصوبہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔ اس منصوبے پر 7.4 ارب ڈالر لاگت آئے گی اور یہ پائپ لائن 2600 کلومیٹر لمبی ہوگی۔

## عراقی قوم کی ہجرت

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین کی تازہ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں عراقی سب سے زیادہ ہجرت کر رہے ہیں۔ اس سال کے پہلے چھ ماہ 19800 عراقیوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ اگر یہی رجحان برقرار رہا تو سال کے آخر تک چالیس ہزار عراقی اپنا وطن چھوڑ چکے ہوں گے۔

وسیع پیمانے پر اس ہجرت سے عیاں ہے کہ عراق کے حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ وہاں تحریک آزادی زوروں پر ہے، عراقی مجاہدین امریکیوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں اور کوئی سیاسی حل نظر نہیں آتا۔ زیادہ تر عراقی سویڈن کا رخ کر رہے ہیں۔ چونکہ وہاں سرکاری و معاشرتی ادارے مضبوط ہیں، اس لیے عراقی سویڈن میں خود کو محفوظ تصور کرتے ہیں۔

## اسرائیل کا شام پر خفیہ حملہ

اسرائیلی حزب اختلاف کے رہنما بنیامین نیتن یاہو نے انکشاف کیا ہے کہ اس ماہ کے اوائل میں اسرائیلی طیاروں نے شام کے اندرونی علاقے میں کسی پراسرار جگہ حملہ کیا تھا۔ نیتن یاہو نے دعویٰ کیا کہ حملہ کرنے سے قبل وزیر اعظم یہود اولمرٹ نے ان سے بھی منظوری لے لی تھی۔

وزیر اعظم کا حزب اختلاف سے منظوری لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مشن انتہائی اہم تھا۔ اسرائیلی ماہرین کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ مہم 1981ء میں اس عراقی حملے جیسی تھی جس میں اسرائیلی طیاروں نے عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر دیا تھا۔ امریکی ذرائع کا کہنا ہے کہ اسرائیلی طیاروں نے اس علاقے کو نشانہ بنایا جہاں شام شمالی کوریا کے تعاون سے اپنا ایٹمی ری ایکٹر لگا رہا ہے۔

یاد رہے کہ 7 ستمبر کو شام نے اقوام متحدہ کو اپنا یہ احتجاج ریکارڈ کرایا تھا کہ اسرائیلی طیاروں نے اس کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کی ہے۔ شامی حکومت کے ذرائع کا کہنا ہے کہ اسرائیلی F-15 طیاروں نے شامی علاقے پر حملہ کیا تھا لیکن طیارہ شکن توپوں نے انہیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔

## تیل کی ہوس نے جنگ کرائی

ایلن گرین سپان امریکا کے مرکزی بینک فیڈرل ریزرو کا تقریباً انیس سال سربراہ رہا ہے۔ یہ دنیا کا اہم ترین مالیاتی ادارہ سمجھا جاتا ہے۔ حال ہی میں ایلن گرین سپان کی آپ بیتی ''دی ایج آف ٹربولینس: ایڈوینچرز ان اے نیو ورلڈ'' سامنے آئی ہے۔ اس میں موصوف نے انکشاف کیا ہے کہ 2002ء میں بش حکومت نے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کرنے کے لیے عراق پر حملہ کیا تھا۔ یہ ایک نہایت اہم امریکی شخصیت کی طرف سے بہت بڑا انکشاف ہے۔ یوں یہ بات ثابت ہوگئی کہ بش حکومت نے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے عراقی ہتھیاروں کا ہوا کھڑا کیا اور عراق پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ آج عراق میں جو خوفناک خانہ جنگی جاری ہے، وہ سراسر امریکیوں کے باعث وجود میں آئی ہے۔

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 37

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

# Loot Sale of 3 stars and 4 stars

As for as D day is reaching closer, sentimental Adolf Mush is trying hard to do what he has means to utilize for the sake of Presidency? Data of last four five years is clearly showing his anxiety by illegally occupying a constitutional post on gun point. Continuous bribe of promotions, up-gradation of low level posts, crowd of almost 150 generals and appointments on civilian posts is a clear sign of creation of a Natzi style government.

Loot Sale of 3 stars and 4 stars As for as D day is reaching closer, sentimental Adolf Mush is trying hard to do what he has means to utilize for the sake of Presidency? Data of last four five years is clearly showing his anxiety by illegally occupying a constitutional post on gun point. Continuous bribe of promotions, up-gradation of low level posts, crowd of almost 150 generals and appointments on civilian posts is a clear sign of creation of a Natzi style government.

Incoming days are very crucial for Adolf Mush, he is well aware what his end is? His final fate is well written on the wall, eventually Gen. Zia, Shah Iran, Marcos or Suharto. In case his employer are not prepared to made him Zia, then there are thousand of peoples who are blood thirsty, his vicious activities are being cheered by his employers, but on other hand strength of victims is increasing each day. The protection provided by foreign lords will be no more available after leaving GHQ.

Nucleus of this exercise is to make Fauji Political Party happy and to remove non-sycophant class Army professionals, and replaced with lickspittles and non-professionals.

In this work out nation has received those Generals who are fit to work on Ministry of Interior posts, like Police, IB, Special Police, FIA and Railway Police. But dilemma is that not a single General on top posts is fit to work under Ministry of Defence, particularly on Pak Army post meant to defend borders of Pakistan. ISI which was responsible for strategic Intelligence under two generals, Gen Ehsan ul Haq and Gen Ashfaq Pervaiz Kiyani, converted elite organization into mess, its main role was transformed in kidnapping, harassment, and bugging, operating secret prisons cells, buying and selling of politicians, and making deals with politicians. Once ISI was a big name on global level, nation was proud on its existence, list of its patriotic services very long, but after Oct 1999 its role was entirely changed. Now appointments of new DG, ISI today, please watch his services for Adolf Mush, not a single media mentioned his professional capabilities. Think about this seriously, my objection is bitter but as a citizen what I am feeling couldn't be represented in sugar coated form.

Now come to Corpse Commander Rawalpindi, this corpse is poisonous for survival of democracy in Pakistan. It is working as NATZi SS, role of these corpse was not so opened to every citizen, but Corpse Commander Tariq Javed took it to heights of obsequiousness, not only received the title of "Butcher" from public but as savagely he conducted Jamia Hafsa operation, his name will be written with top aids of fascist dictator.

It is bad luck of nation that after retirement of two vicious sycophants, other two in queue, are also not professional soldiers (politician soldiers). Reputation of newly appointed DG, ISI is known to public, but two pre-qualified for the post of JCSC and COAS have also same type of credentials.

No body still believe that coward Adolf Mush will remove his skin, reporters informed that large size boxes have been shifted to presidency Islamabad on Military trucks but his fear is right, as stated above.

Following reports published in media will highlight how abnormal ways had been adopted and such practice is still in progress.

Note: There are hundred of reports available on global level; even Indian scholars have more strategic and personal info about Pak Army in depth. This information is not a state secret; media is continuously reporting "who will be next politician in uniform".

This month is a turning point in the history of Pakistan, whether uniformed sycophants will rule over Pakistan or Professional Army Generals will abide to their oath and will prefer to defend territory of Pakistan. If foreign lords will succeed in making Mush as Hosni Mubarik or Pinochet, then he will be next Gorbachov. It is significant to point out that Pak Army will be thrown in civil war. Fate of Pakistan is in the hands of Professional Generals and officers of Pak Army, whether those will act or let Pakistan die for ever.

Act now otherwise no body might omit destiny written on the wall.

(www.dictatorshipwatch.com)